گاڈز کنگڈم منسٹریز

دانی ایل کے ستر ہفتے



مصنف: ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز

مترجم: ڈاکٹر فیاض انور

دانی ایل کے ستر ہفتے

مصنف

ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز

مترجم

ڈاکٹر فیاض انور

ناشرین: وننگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)

ناشرین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ونگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز

مترجم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر فیاض انور

معاونین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جینفر فیاض، زینت ناز

پروف ریڈنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ روبن جان، پروفیسر شاہد صدیق گل

نظرِ ثانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فنی ایل رشید ایلڈر کامل ناصر

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر فیاض انور

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دو ہزار

بار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اول

جنوری ۲۰۲۵ء

پتہ: مریم صدیقہ ٹاؤن چن دا قلعہ، گوجرانوالہ

رابطہ: 03007499529,03462448983

اِنتساب

پیاری زوجہ زینت ناز کے نام جس نے پندرہ سال ہمیشہ اپنے الفاظ، رویے اور عمل سے مجھے راحت کا احساس دیا۔

مترجم

فہرست مضامین

		صفحہ
اظہارِ خیال	بشپ ارنسٹ جیکب	5
اظہارِ خیال	پادری پطرس جاوید	6
باب ۱	جان دار اور کیلنڈر	8
باب ۲	دانی ایل کے ستر ہفتوں کا زمانہ	17
باب ۳	یسوع کی خدمت کا وقت	24
باب ۴	ہفتے کا وسط	35
باب ۵	مخالفِ مسیح کون ہے؟	40
باب ۶	مصیبت کیا ہے؟	56
باب ۷	دو یروشلیم اور دو مقدس	68
باب ۸	اِسرائیل کی شناخت	80
باب ۹	اُٹھایا جانا	93
	مصنف کے بارے میں	111

اظہارِخیال

میرے لیے یہ بات نہایت ہی باعثِ افتخار ہے کہ میں وننگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز کی طبع شدہ کتاب ''دانی کے ستر ہفتے'' جس کے مترجم میرے پیارے بھائی ڈاکٹر فیاض انور ہیں اُس کے بارے میں لب کشائی کرسکوں۔ اِس کتاب میں مصنف نے بڑی خوش اسلوبی سے ثابت کیا ہے کہ دانی کے ستر ہفتے پورے ہو چکے ہیں۔

گویا یہ ایک پیچیدہ مضمون ہے لیکن مصنف نے بڑے سادہ مگر پروقار طریقے سے بہت سے رازوں سے پردہ اُٹھایا ہے۔ستر ہفتوں کا آغاز شاہِ فارس کے ایک شاہی فرمان سے اور اختتام ۳۴ عیسوی کو ہوتا ہے اور اِس طرح درمیانی ہفتے نے دانی ایل کے سترویں ہفتے کو تشکیل دیا۔

اِس کتاب میں خداوند یسوع کی خدمت کے نقطہ آغاز کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔کتاب کو جوں جوں پڑھتے جائیں قاری کی دل چسپی بڑھتی جاتی ہے۔یہ کتاب خادموں اور خاص طور پر علم الٰہیات کے طلبا و طالبات کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔

انگریزی میں لکھی گئی کتاب کو اُردو میں ترجمہ کر کے بیان کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔بعض اصطلاحات اور الفاظ کے متبادل نہیں ملتے،لیکن میں مترجم ڈاکٹر فیاض انور کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے بڑی باریک بینی اور خوب صورت لب و لہجے سے اِس کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ بیانِ عقیدت میں جب بھی قلم اُٹھتے ہیں تو فن پارے جنم لیتے ہیں۔یہ کتاب ایسے ہی فن پاروں کا ایک مرقع ہے۔

کتاب کی تمام خوبیوں کو مختصر سی تحریر میں بیان کرنا دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔

خُدائے کریم ڈاکٹر صاحب کے قلم کو سلامت رکھے اور اُن سب کو برکت دے جن کے وسیلے یہ کتاب ہم تک پہنچی۔

بشپ ارنسٹ جیکب
پرنسپل فیتھ تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ
۱۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء

اظہارِ خیال

خُدائے ثالوث کی تمجید ہو جو عظیم ہونے کے باوجود خاکسار اور ادنیٰ انسان سے اُلفت رکھتا اور انسان کی بے وفائیوں کے باوجود اُس سے وفادار رہتا ہے۔ اُس کی تعریف ابدالآباد ہوتی رہے۔ آمین!

کئی ایسے بھید ہیں جن کو انسان خُدا کے دیئے گئے مکاشفہ کے بغیر نہیں سمجھ سکتا۔ اُس کے بھیدوں کو جاننا عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ لیکن انسان خُداوند یسوع مسیح کو کلام پاک کے ذریعے جاننے کی کوشش کر سکتا ہے۔

میرے لیے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ میں ڈاکٹر اسٹیفن ای جانز کی ایک اہم ترین کتاب پر لب کشائی کر سکوں۔ موصوف ایک مایہ ناز معلم اور اسکالر ہیں۔ اُن کی ہر ایک تحریر قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی اور اُس کی دل چسپی کا سبب بنتی ہے۔ اُنھوں نے ''دانی ایک کے ستر ہفتوں'' سے نہایت خوب صورتی سے پردہ کشائی کی ہے۔ میری نظروں سے اُردو زبان میں ایسے پیچیدہ موضوع پر اتنی تفصیلی کتاب نہیں گزری۔ یہ کتاب ایک مشکل اور اہم ترین موضوع پر بحث کرتی ہے۔

اِس کتاب میں دانی ایل کے ستر ہفتوں کے زمانے اور اُس کی وسط کی بڑی تفصیل سے وضاحت کی گئی ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ کئی باتوں کو بے نقاب کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ مزید برآں اِس کتاب میں خُداوند یسوع کی خدمت کا آغاز، مخالفِ مسیح، دو یروشلیم، دو مقدس، اسرائیل کی شناخت اور کلیسیا کا اُٹھایا جانا جیسے اہم موضوعات قابلِ غور ہیں۔ یہ ایک معلوماتی اور مفید کتاب ہونے کے ساتھ اُردو مسیحی ادب میں ایک قیمتی اور شاندار اضافہ ہے۔ مصنف نے اِس کتاب کو بڑی محنت اور تحقیق کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

یاد رکھیں، جب تحقیق، تحریر اور ترجمہ عمدہ ہو اور خُدا کی راہنمائی میں ہو تو یہ ایک نایاب تحفے سے کم نہیں ہوتا۔ اگر مصنف تحقیق کرنے میں لاجواب ہیں تو ڈاکٹر فیاض انور ترجمہ نگاری میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ اُن کے ترجمے کی خوب صورتی اِس کتاب میں جھلکتی ہے۔ شاید کئی لوگ ترجمہ کر سکیں لیکن کتاب کے اصل مفہوم اور اصطلاحات کو ٹھیک ٹھیک بیان کرنا ایک تجربہ کار مترجم کا ہی کام ہے۔ مصنف کی اصل بات اور مفہوم کو اُسی رنگ

میں تحریر کرنا آسان نہیں ہے۔ ویسے بھی کسی کتاب کا ترجمہ کرنا صرف ایک زبان سے دُوسری زبان سے بات کرنا ہی نہیں بلکہ خیالات ، جذبات ،معلومات اور تاثرات کو دُوسرے علاقوں تک منتقل کرنا ہے۔ اِس کتاب میں مترجم نے بڑی باریک بینی ، ذمہ داری اور محنت سے مصنف کے خیالات کو پیش کیا ہے۔ عام قاری کی سمجھ کے لیے ترجمہ کی فنی مہارت کو استعمال کرتے ہوئے سادہ الفاظ میں بات کی گئی ہے۔ بے شک یہ کتاب کلیسیائے پاکستان کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔

بندہ احقر دُعا گو ہے کہ خُدائے عظیم ڈاکٹر اسٹیفن کو کلامِ مقدس کے اور گہرے بھیدوں سے پردہ اُٹھانے کی جرات دے اور مترجم ڈاکٹر فیاض انور کو اِسی طرح ذمہ داری سے ترجمہ کرنے کی دلیری دے۔ دُعا ہے کہ اِس کتاب سے کلیسیائے پاکستان کے ایمان داروں کو علمِ الٰہی کے بھیدوں سے آگاہی حاصل ہو سکے اور خُدا تعالیٰ کی پہچان میں آگے بڑھ سکیں۔ اور یہ کتاب قارئین کے لیے گراں قدر قیمتی اور شان دار ثابت ہو سکے۔ آمین

پادری پطرس جاوید
پاکستان فیلوشپ آف اوینجلیکل سٹوڈنٹ
۲۳ اکتوبر ۲۰۲۴ء

باب ۱

جان دار اور کیلنڈر

موجودہ دَور کے اِختتام پر سات سالہ مصیبت کے زمانے کا تصور بنیادی طور پر اِس خیال پر قائم ہے کہ دانی ایل کا سترواں ہفتہ ابھی مستقبل میں ہے۔ انیسویں صدی سے یہ خیال تاریخ کی نامکمل سمجھ پر مشتمل ہے جسے نظریہِ ادواریت (Dispensationalist) کے اساتذہ نے پروان چڑھایا۔ اُن کے نظریات کو ماہرین آثارِ قدیمہ نے غلط ثابت کیا، لیکن بہت سے لوگ اِس سے بے خبر ہیں اور اُنھوں نے اِن غلط نظریات کی تعلیم کو جاری رکھا ہوا ہے۔ اِس لیے یہ از حد ضروری ہے کہ ہم اِس بات کو ظاہر کریں کہ کیسے دانی ایل کے ستر ہفتے (۷x۷۰=۴۹۰) پورے ہو چکے ہیں۔

برسوں پہلے جب میں نے دانی ایل کے ستر ہفتوں کے وقت کا مطالعہ کرنا شروع کیا، تو میں نے اپنے آپ کو نہایت ادنیٰ کام کرتے ہوئے پایا، جیسا کہ مجھ سے پہلے بہت سے لوگ کر چکے تھے۔ میں نے اِس کا آغاز یسوع کے مصلوب ہونے کی فرضی تاریخ سے کیا اور پھر چار سو نوے سال پیچھے گیا، جو کہ اِس دور کے آغاز کا قیاس تھا۔ جب مجھے احساس ہوا کہ میں کیا کر رہا ہوں تو میں نے اپنے تصورات کو یکسر تبدیل کر دیا۔ میں نے تاریخی جوابات کے لیے تاریخ کی کھوج لگانے کا فیصلہ کیا، اور پھر کلامِ مقدس کی تشریح اُن اصل واقعات کے مطابق کی۔ اِس سے میرے تصورات تبدیل ہو گئے۔

چار جان داروں کی سلطنت

یرمیاہ نے پیشین گوئی کی کہ یروشلیم ستر برس تک بابل کی اسیری میں رہے گا۔ یرمیاہ جزوی طور پر پیشین گوئی کر رہا تھا، جیسے پولس نے ۱۔کرنتھیوں ۱۳:۹ میں کہا۔ یہ اسیری ایک طویل اسیری کا محض پہلا مرحلہ ثابت ہوئی اور اِس نے دانی ایل کو اگلی نسل میں پیشین گوئی پوری ہونے کے لیے وقت دیا۔

یرمیاہ نے یروشلیم اور یہوداہ کے لوگوں کو ایک لکڑی کا جوا (یرمیاہ ۲:۲۷) پیش کیا، اگر وہ خُدا کی عدالت

سے متفق ہوتے تو وہ نبوکدنضر کے تابع ہو جاتے۔ یرمیاہ ۲۷:۱۱ میں نبی کہتا ہے:

''پر جو قوم اپنی گردن شاہِ بابل کے جوئے تلے رکھ دے گی اور اُس کی خدمت کرے گی اُس کو میں اُس کی مملکت میں رہنے دُوں گا خُداوند فرماتا ہے اور وہ اُس میں کھیتی کرے گی اور اُس میں بسے گی۔''

تاہم لوگوں نے خُدا کی راست عدالت کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا، اِس لیے اُنھیں لوہے کا جوا دیا گیا۔ حننیاہ نبی اُن لوگوں کا ترجمان تھا، اِس لیے یرمیاہ ۲۸:۱۰ میں لکھا ہے۔

''تب حننیاہ نبی نے یرمیاہ نبی کی گردن پر سے جُوا اُتارا اور اُسے توڑ ڈالا۔''

اُن کے اِس عمل نے اِس بات کو یقینی بنا دیا کہ لوگوں کی عدالت سخت ترین ہو گی اور لوگوں کو ایک اجنبی سر زمین میں بہ طور اسیر بھیج دیا جائے گا۔ اِسی سے شریعت اُس لوہے کے جوئے کی وضاحت کرتی ہے (استثنا ۲۸:۴۸)۔

یوں یرمیاہ کی پیشین گوئی کی ستر سالہ اسیری اصل میں لوہے کے جُوئے کی اسیری کا وقت تھا۔ ستر سالوں کے بعد خُدا نے بابل کو مادی فارسیوں کے ہاتھ کر دیا جس کے بادشاہ نے لوگوں کو یہوداہ اور یروشلیم میں واپس جانے کی اجازت دے دی، لیکن اُس نے اُنھیں آزاد لوگوں کی طرح وہاں جانے کی اجازت نہ دی۔ یہوداہ فارسیوں کی اسیری میں رہا، لیکن اُن کی اسیری ایک ہلکے لکڑی کے جوئے کے نیچے تھی۔

دانی ایل (بابل کے اسیروں میں سے ایک) پر یہ منکشف ہوا کہ یہ اسیری ستر سال سے زیادہ طویل ہونے والی ہے۔ یہ بات ہمیں دانی ایل ۲ باب میں نبوکدنضر کے خواب سے معلوم ہوتی ہے، جس کی دانی ایل نے تعبیر کی کہ یکے بعد دیگرے چار مختلف سلطنتیں برپا ہوں گی، یہ اُس اسیری کو اُس وقت تک طویل کر دیں گی جب تک خُدا کی بادشاہی قائم نہیں ہو جاتی۔

یہ سلطنتیں بابل، فارس، یونان اور روم کی ہوں گی۔ رومی سلطنت میں ایک ''چھوٹے سینگ'' کو شامل کیا گیا ہے، جو کہ ایک دُوسری طاقت کا مرکز ہو گا، جس کی وضاحت یوحنا نے مکاشفہ ۱۳ باب میں کی ہے۔ یہ ۴۷۶ عیسوی میں رومی سلطنت کے خاتمے کے بعد سامراجی روم کی توسیع تھی۔ روم مذہبی (پاپائی) سامراج ثابت

ہوا، جو ۱۲۶۰ دنوں (یا سالوں) تک رہا۔

دریں اثنا، یروشلیم کے مذہبی راہنما طویل قید میں روم کے ماتحت تھے۔ پہلی صدی ۶۶-۷۳ عیسوی تک یہ بے اطمینانی ایک مکمل بغاوت کی شکل اختیار کرگئی، جس کا نتیجہ شہر کی تباہی اور لوہے کے جوئے کی بحالی ہوا۔ اِس کے نتیجے میں یہودیوں کی نسل کشی ہوئی، جس نے لوگوں کو تمام اقوام میں منتشر کردیا۔

ستر ہفتوں کا سیاق وسباق

یہ دانی ایل کے ستر ہفتوں کا سیاق وسباق ہے۔ یہ ایک بڑی تصویر ہے جس میں ہمیں ستر ہفتوں کے متعلق مخصوص پیشین گوئیوں کو سمجھنا چاہیے۔

ستر ہفتوں کا آغاز شاہِ فارس کے ایک شاہی فرمان سے ہوتا ہے کہ ''یروشلیم کی بحالی اور تعمیر کا حکم'' اِس کا اختتام ممسوح شہزادے پر ہوتا ہے (دانی ایل ۹:۲۵)۔ یہاں ہم اپنی پہلی تاریخی مشکل کا سامنا کرتے ہیں، کیوں کہ تین ایسے فرمان ہیں جن کے بارے میں اِس پیشین گوئی میں بیان کیا گیا ہے۔

پہلا فرمان خورس کا تھا جو تقریباً ۵۳۴ ق م میں جاری ہوا جس میں یہودیوں کو اپنی آبائی سرزمین میں جانے اور زرُبابل کے تحت ہیکل کی دوبارہ تعمیر کی اجازت دی گئی۔

دُوسرا فرمان ارتخششتا کا تھا جو ۴۵۸ ق م میں جاری ہوا، یہ سال بادشاہ کی سلطنت کا ساتواں سال تھا۔ اِس فرمان کے تحت عزرا کو لوگوں اور بادشاہ کے لیے قربانیاں کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ اِس فرمان کا ذکر عزرا ۷:۱۲-۲۶ میں ہوا ہے۔

تیسرا فرمان ۴۴۵ ق م میں ارتخششتا بادشاہ کی سلطنت کے بیسویں سال جاری کیا گیا (نحمیاہ ۵:۱۴)۔ اِس فرمان کے تحت نحمیاہ کو یروشلیم کی دیواروں کی دوبارہ تعمیر کے لیے بھیجا گیا، تاکہ وہ شہر کو قابلِ عمل اور قابلِ دفاع شہر کے طور پر اُس کی اصل حالت میں بحال کرے۔

جیسا ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ دانی ایل کے ستر ہفتوں کو سمجھنے کے لیے یہ تینوں فرمان نہایت اہم ہیں۔

سبت کے سال

یہوداہ کے لوگوں کو ۵۳۴ ق م میں اپنی سرزمین پر واپس جانے کی اجازت دی گئی۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ اُنھوں نے اُس سال سے اپنے سبت کے سالوں کو تاریخ دینا شروع کیا۔ اِس کے بعد تاریخ میں تین سبت کے سالوں کا ذکر ملتا ہے، اِس لیے آغاز کا تعین کرنے کے لیے ہمیں صرف سات تک واپس گننا ہے۔

سبت کے سال کا ذکر ۲۔ مکابین ۶: ۴۹ اور ۵۳ آیت میں ہوا ہے، جس کی تاریخ یونانیوں کے استعمال کردہ سلوکسی (seleucid) کیلنڈر پر ایک سو پچاسواں سال ہے۔ ہمارے جدید حساب سے یہ ۱۶۳ ق م ہے۔ یوسفیس (Josephus) اپنی کتاب Antiquities of the Jews, XII,ix,5, میں بھی اِس کا ذکر کرتا ہے جو کہ کچھ یوں ہے:

> ''لیکن پھر وہ اناج کے حصول میں ناکام رہے، اور زمین کی جو فصل اُنھوں نے حاصل کی تھی وہ استعمال ہو چکی اور اُس سال اُنھوں نے زمین پر ہل نہ چلایا اور نہ ہی بیج بویا، کیوں کہ یہ ساتواں سال تھا، جس کے متعلق اُن کو حکم تھا کہ وہ اُس میں کوئی فصل نہیں بوئیں گے۔''

یوسفیس اِسی حوالے کے تیسرے پیرے کے آغاز میں ہمیں بتاتا ہے، ''یہ سلوکسی سلطنت کا ایک سو پچاسواں سال تھا۔'' چوں کہ سلوکسی کیلنڈر کا پہلا سال ۳۱۲-۳۱۱ ق م تھا، یوں اِس کا ایک سو پچاواں سال ۱۶۳-۱۶۲ ق م تھا۔ لہٰذا یہاں ہم اِس بات کو جان جاتے ہیں کہ کیسے سلوکسی کیلنڈر کو یہودیوں کے سبتی ادوار کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔

سینتیس (۳۷) ق م میں دوبارہ سبت کے ایک سال کا ذکر ہیرودیس کے سلسلے میں کیا گیا ہے، جب وہ یہودیہ کا کنٹرول حاصل کرنے کے لیے اینٹی گونس (Antigonus) سے جنگ کرتا ہے۔ یوسفیس ہمیں اینٹی گونس اور ہیرودیس کے درمیان ہونے والی جنگ کا مکمل احوال فراہم کرتا ہے۔ لوگ اینٹی گونس کو پسند کرتے تھے کیوں کہ وہ مکابیوں کے کہانتی سلسلے سے تھا۔ ہیرودیس کو رومی سینٹ کی حمایت حاصل تھی، لیکن اُسے اپنا تخت قائم کرنے کے لیے یہودیوں سے لڑنا اور یروشلیم پر قبضہ کرنا پڑا۔ یوسفیس ہمیں اپنی کتاب

Antiquities of the Jews, XIV, xvi,4, میں یروشلیم کے خلاف اِس جنگ کے وقت کے بارے میں بتاتا ہے:

> ''یروشلیم کی یہ تباہی اُس وقت ہوئی جب مارقس اگرپا (Marcus Agrippa)اور کینینیئس گیلس (Caninius Gallus)روم میں قونصل تھے، یہ ۱۸۵ اولمپیاڈ میں تیسرے مہینے میں یومِ کفارہ کے دن ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب یہودیوں کو پومپی کے ہاتھوں مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا اور یہ ستائیس سال بعد اُسی دن ہوا۔''

یہ نہایت قابلِ اعتبار تاریخ ہے اور مورخین اِس سے متفق ہیں کہ یہ واقعات ۳۷-۳۶ ق م میں پیش آئے تھے۔ یوسفیس اُسی کتاب کے دُوسرے پیراگراف میں ہمیں بتاتا ہے:

> ''اور اُنھوں نے یہ اُس وقت کیا جب ایک طاقت ور فوج اُن کا محاصرہ کیے ہوئے تھی، اور وہ قحط اور بنیادی ضروریات کی کمی کی وجہ سے پریشان تھے، کیوں کہ یہ سبت کا سال تھا۔''

چناں چہ ۳۷-۳۶ ق م ایک سبت کا سال تھا، جیسے ۱۶۳ ق م بھی تھا۔ اِن دو تاریخوں کے درمیان اٹھارہ سبت کے سال تھے(۱۲۶=۷x۱۸)۔ اگر ہم سات سالوں کے دور کو گننا شروع کریں اور خورس کے زمانے تک گنتے جائیں، جب لوگوں نے سبت کے سالوں کو منانا شروع کیا تو ہم لازمی یہ نتیجہ اَخذ کریں گے کہ یہ گنتی ۵۳۴ ق م میں شروع ہوئی۔

ایسا ممکن نہیں کہ محض ایک یا دو سالوں کو موقوف کر دیا جائے۔ دُوسری تاریخیں جو قابلِ غور ہیں اور جو سات کی تقسیم میں آتی ہیں وہ ۵۴۱ ق م یا ۵۲۷ ق م ہیں۔ لیکن تمام مورخین متفق ہیں کہ ۵۴۱ ق م کی تاریخ بہت جلدی ہے اور ۵۲۷ ق م خورس کے فرمان کے لیے بہت تاخیر ہے۔ لہٰذا یہوداہ کے اسیری سے واپسی کا حقیقت پسندانہ امکان ۵۳۴ ق م ہے۔ جب وہ آبائی سرزمین میں واپس آئے اور اُنھوں نے اپنے سبت کے سالوں کی تعمیل شروع کر دی۔

یہ ایک نہایت اہم نقطۂ آغاز ہے، کیوں کہ یسوع سبت کے چھہتر (۷۶) برسوں کے بعد ۲ ق م میں روش ہوشاہانہ کو پیدا ہوا۔ چھہتر کا عدد صفائی کے بارے میں بات کرتا ہے، اور اِسے بیت لحم میں مسیح کی پیدایش کے لیے راستہ تیار کرنے کے لیے من وعن ۷۶x۷ سال لگے۔

پھر ۵۳۴ ق م میں یہوداہ کی واپسی ہوئی اور ۵۱۵ ق م میں ہیکل کو دوبارہ تعمیر کیا گیا، تاہم یہ ۴۵۸ ق م تک نہ ہوا کیوں کہ دانی ایل کے ستر ہفتوں کا آغاز شاہِ فارس ارتخششتا کے فرمان سے شروع ہوا۔ اُس کا فرمان اُس کی سلطنت کے ساتویں برس جاری کیا گیا (عزرا ۷:۸)۔ یہ ۵۳۴ ق م میں یہوداہ کے لوگوں کو واپس آنے کی اجازت دینے کے ۷۶ سال بعد تھا۔ یہ چھہتر سالوں کے سات ادوار میں سے پہلا دَور تھا جو یسوع کی پیدایش تک آتا ہے۔

ستر (۷۰) عیسوی میں یروشلیم کا محاصرہ بھی ایک سبت کے سال (۶۹-۷۰ عیسوی) میں ہوا تھا۔ جزوی طور پر یہ اُس موسمِ گرما میں شہر میں قحط کا سبب بنا، حالاں کہ اِس مسئلے کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ انتہا پسندوں نے کھانے کی بہت سی فراہمی کو تباہ کر دیا۔

دانی ایل کے ستر ہفتوں کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ جاننا ہماری حد درجہ مدد کرتا ہے کہ اصل میں ۴۵۸ ق م سے ۳۳ عیسوی تک سبت کے سال کون سے تھے۔ یہ ہمیں مسیح کی مصلوبیت کے دُرست سال کی شناخت کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں، جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ اُس نے دانی ایل کے سترویں ہفتے کے وسط میں اپنی خدمت کا آغاز کیا اور وہ سترویں ہفتے کے اختتام پر مصلوب ہوا۔

تخلیق کی یوبلی کا کیلنڈر

سبت کے سالوں اور یوبلیوں کا آغاز واجبی طور پر موسیٰ سے ہوا، حالاں کہ اِس میں کوئی شک نہیں کہ خُدا پہلے ہی تخلیق کی یوبلی کے کیلنڈر کے مطابق اپنے منصوبے پر کام کر رہا تھا۔ ہم خاص طور پر اِس بات کو یعقوب کی زندگی کا مشاہدہ کرتے ہوئے جانتے ہیں جو ایک یوبلی پر پیدا ہوا اور اُس نے یوبلی پر ہی ایک سو سینتالیس (۱۴۷) برس کی عمر میں وفات پائی۔ میں نے اپنی کتاب وقت کے بھید میں یہ ظاہر کیا ہے کہ یعقوب

۲۱۰۸ویں سال پیدا ہوا۔ یہ آدم سے تینتالیسویں (۴۳) یوبلی ۲۱۰۷-۲۱۰۸ویں برس تھی۔

پیدایش ۳۲ باب میں اُس کا فرشتے کے ساتھ کشتی کرتے ہوئے زندگی کی تبدیلی کا تجربہ ۲۲۰۶ ویں سال ہوا، جب اُس کی عمر ۹۸ برس تھی۔ یہ آدم سے پینتالیسویں (۴۵) یوبلی تھی۔

یعقوب نے ایک سو سینتالیس برس کی عمر میں وفات پائی (پیدایش ۴۷:۲۸)، اُس نے اپنی پیدایش سے من وعن تین یوبلیاں بعد وفات پائی۔ یہ آدم سے چھیالیسویں یوبلی تھی۔

الٰہی منصوبے کی اِس صحت سے پتہ چلتا ہے کہ خُدا یوبلی کے ادواروں پر نظر رکھے ہوئے تھا، قطعِ نظر کہ انسان اِس منصوبے سے ناواقف تھے۔ بعد ازاں خُدا اسرائیل کو ۲۴۴۸ویں برس مصر سے باہر نکال لایا تاکہ وہ ۲۴۵۰ویں برس کے آغاز میں وعدے کی سرزمین میں داخل ہونے کے لیے تیار ہو سکیں جو کہ آدم سے پچاسویں یوبلی تھی۔

تاہم یہاں یہ معاملہ گناہ سے زیادہ سنجیدہ ہو جاتا ہے۔ اسرائیل نے کالب اور یشوع کی اچھی خبر کی بجائے دس جاسوسوں کی بُری خبر پر یقین کیا اور یوبلی پر اپنی میراث میں واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اگر وہ مقررہ دن پر وعدے کی سرزمین میں داخل ہوتے تو اُن کی قومی یوبلی اور سبت کے سال کے ادوار آپس میں موافق ہوتے۔ لیکن اِس کی بجائے وہ چالیس سال بیابان میں گزارنے کے بعد اڑتیس برس بعد (استثنا ۲:۱۴) وعدے کی سرزمین میں پہنچے۔ یوں اُن کا قومی کیلنڈر تخلیق کی یوبلی کے کیلنڈر سے موافق نہ رہا۔

اُن کے سبت کے سال اُس وقت شروع ہوئے جب وہ اڑتیس برس کی تاخیر کے بعد وعدے کی سرزمین میں داخل ہوئے۔ کیوں کہ یہ عدد سات سے قابلِ تقسیم نہیں، اِس لیے نہ ہی اُن کے سبت اور نہ ہی یوبلیاں خُدا کے کیلنڈر سے موافق تھیں۔

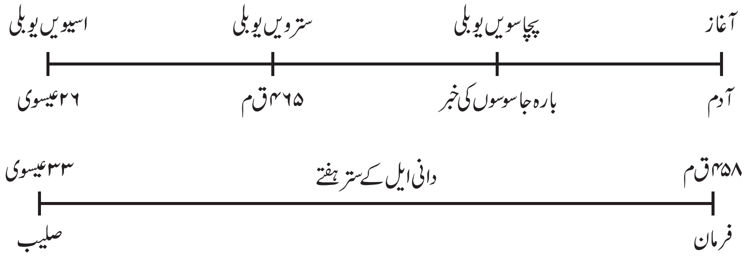
صدیوں بعد اُن کا کیلنڈر بابلی اسیری کے ساتھ ختم ہو گیا۔ جب وہ ۵۳۴ ق م میں واپس آئے تو اُنھوں نے سبت کے سال کے دَور کے ساتھ اپنے کیلنڈر کو دوبارہ شروع کیا۔ اِس کے باوجود اُنھوں نے کوئی یوبلی بھی نہ منائی۔

میں نے اپنی کتاب وقت کے بھید میں اِس بات کو ظاہر کیا ہے کہ کیسے ۴۶۵ ق م (جب اخسویرس کی

موت ہوئی اور ارتخششتا نے سلطنت کرنا شروع کیا) آدم سے سترویں یوبلی تھی۔ عزرا کو سات برس بعد ۴۵۸ ق م شاہی فرمان کے ساتھ بھیجا گیا، جو کہ دانی ایل کے ستر ہفتوں کا آغاز تھا۔ اِس نئے نبوتی کیلنڈر کا تخلیق کی یوبلی کے کیلنڈر کے ساتھ محض سات برس کا فرق رہ گیا تھا۔ سبت کے سال اُن کے کیلنڈر سے موافق ہو چکے تھے، لیکن یوبلی ادوار کے درمیان سات سالوں کا فرق ابھی بھی باقی تھا۔

یوں اسیویں (۸۰) یوبلی چھبیس (۲۶) عیسوی کو ہوئی، جب کہ ستر ہفتے (یعنی دس یوبلیاں) تینتیس (۳۳) عیسوی کو ختم ہوئے۔ درمیانی ہفتے نے دانی ایل کے سترویں ہفتے کو تشکیل دیا۔

تخلیق کی یوبلی کا کیلنڈر



اصل میں اسرائیل کے کیلنڈر اور تخلیق کی یوبلی کے کیلنڈر کے درمیان اڑتیس برسوں کا فرق تھا، جس کی وجہ اسرائیل کا آدم سے پچاسویں یوبلی پر کنعان میں داخل ہونے سے انکار تھا۔ لیکن الٰہی عدالت نے اِسے محض سات سال تک کم کر دیا۔ خُدا نے اُن کے سبت کے سالوں کو اپنے کیلنڈر سے موافق کر لیا، لیکن یوبلیاں ابھی تک غیر موافق ہیں اور اُن کا حل کیا جانا ابھی باقی ہے۔

انیسویں اور بیسویں صدی کے نظریہِ ادواریت کے علما اِس تاریخ کو نہیں سمجھتے تھے، اِس لیے وہ دانی ایل کے سترویں ہفتے کو نہ سمجھ پائے۔ اگر وہ سمجھتے کہ یہ بائبل کی نبوتوں کے دو کیلنڈروں کے درمیان ایک ہفتے کے فرق کی نمائندگی کرتا ہے، تو وہ دُرست طریقے سے اِس کی وضاحت کر سکتے تھے۔ اُنھوں نے فرض کر لیا کہ خُدا کی ''گھڑی'' انہترویں ہفتے کے اختتام پر رک گئی، اور سترویں ہفتے کو مستقبل میں دھکیل دیا گیا۔ اُنھوں نے کہا کہ گھڑی اُس وقت شروع ہو گئی جسے وہ ''بڑی مصیبت'' کا وقت کہتے ہیں۔

اگر وہ تاریخ سے تھوڑا سا بھی شناسا ہوتے تو وہ اِس بات کو سمجھ جاتے کہ اُن کا یہ نظریہ غیر مستحکم

ہے۔چھبیس (۲۶) عیسوی میں یسوع کی عمر ستائیس (۲۷) برس تھی اوراگلے تین سال تک اُس نے اپنی خدمت کا آغاز نہ کیا۔ جیسے جیسے ہم آگے بڑھیں گے اُس کی پیدائش کا سال اورتیس (۳۰) برس کی عمر میں اُس کی خدمت کا نقطہ آغاز بڑی تفصیل سے ثابت ہوتا جائے گا۔

باب ۲

دانی ایل کے ستر ہفتوں کا زمانہ

بہت سے علما نے دانی ایل کے ستر ہفتوں پر مختلف انداز میں کتابیں لکھیں اور اُن کے آغاز کی تاریخوں میں بھی اختلاف ہے۔ اِن اختلافات کی بنیادی وجہ عام طور پر وہ الٰہیاتی تعصّبات ہیں جن کے بارے میں اُن کا خیال ہے کہ حقیقی تاریخ سے قطع نظر اُن کو لازمی طور پر قائم رہنا چاہیے۔ اور اِسی طرح وہ لوگ جو اِس بات پر روز دیتے ہیں کہ مصلوبیت ۳۰ عیسوی کو ہوئی وہ اِس بات پر مجبور ہیں کہ وہ دانی ایل کے ستر ہفتوں کے آغاز کی تاریخ کو پیچھے لے جائیں۔ جن کے مطابق مصلوبیت ۳۱ عیسوی کو ہوئی وہ اپنی ابتدائی تاریخ کو ایک سال آگے لے آئیں گے۔

مسئلہ یہ ہے کہ صحائف اِس تاریخ کے بارے میں غیر واضح ہیں۔ یہ ہمیں صرف اتنا بتاتے ہیں کہ ارتخشتا کا فرمان اُس کی حکومت کے ساتویں سال میں صادر ہوا۔ ہمیں اِس بارے میں جاننے کے لیے تاریخی اندراجات پر انحصار کرنا پڑے گا کہ ہمارے جدید کیلنڈر میں یہ کون سی تاریخ ہے۔ کئی برسوں سے بے شمار مورخین نے ہمارے لیے اِس پر کام کیا ہے، اِس لیے بلاشبہ ہمیں اُن کی علمیت پر بھروسا کرنا چاہیے۔

خورس فارس کا بادشاہ تھا جس نے اپنے سسر دارا مادی کے ساتھ مل کر بابل کا تختہ اُلٹ دیا (دانی ایل ۵:۳۱)۔ لیکن اپنے مقاصد کے لیے ہمیں دارا اعظم سے پہلے فارسی بادشاہوں کا مطالعہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جن کی سلطنت کا چھتیس (۳۶) سالہ دورانیہ ۵۲۱-۴۸۶ ق م تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ اُس کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ تھا جب یروشلیم میں ہیکل کی دوبارہ تعمیر کی گئی (حجی ۱:۱)۔

دارا نے ۵۲۱-۴۸۶ ق م چھتیس (۳۶) سال حکومت کی

اخسویرس نے ۴۸۵-۴۶۵ ق م اکیس (۲۱) سال حکومت کی

ارتخشتا نے ۴۶۴-۴۲۴ ق م اکتالیس سال حکومت کی

ایک مصری ماہرِ فلکیات بطلیمی نے کئی سال پہلے لکھا کہ دارا کے بیسویں سال چاند گرہن ہوا اور دُوسرا چاند گرہن اُس کی سلطنت کے اکتیسویں سال ہوا۔ جدید ماہرِ فلکیات کہتے ہیں کہ پہلا چاند گرہن ۱۹ نومبر ۵۰۲ ق م اور دُوسرا ۲۵ اپریل ۴۹۱ ق م میں ہوا (جیسے ہم اپنے گریگورین کیلنڈر سے تاریخوں کا حساب لگاتے ہیں)۔ اِن فلکیاتی واقعات کے دوہرے گواہوں کی بدولت دارا فارسی کی حکومت کے سالوں کا تعین کیا جاتا ہے۔

ایک بار جب ہم اِس بات کو جان جاتے ہیں کہ پہلا چاند گرہن ۱۹ نومبر ۵۰۲ ق م کو ہوا اور یہ دارا کی سلطنت کا بیسواں سال تھا، تو ہم آسانی سے اُس کی سلطنت کا پہلا سال ۵۲۱ ق م کو متعین کر سکتے ہیں۔ اُس کی طویل حکومت کا آخری سال وہ سال تھا جسے ہم ۴۸۶ ق م کے طور پر جانتے ہیں۔

مورخین تاریخی دستاویزات سے جانتے ہیں کہ اِس کے جانشین اخسویرس نے ۴۸۵-۴۶۵ ق م تک اکیس سال حکومت کی۔ آپ کو اِس بات کا بھی علم ہونا چاہیے کہ جب کوئی بادشاہ مر جاتا تو اُس سال کا باقی سارا حصہ اُس کے دورِ حکومت کا آخری سال شمار کیا جاتا تھا۔ مرے ہوئے بادشاہ کا جانشین فوراً حکومت کرنا شروع کر دیتا اور اُس بقیہ سال کو اکثر اُس کی ''حکومت کا آغاز'' کہا جاتا تھا۔ لیکن اُس کی سلطنت کے پہلے سال کو سرکاری طور پر اگلے سال کے آغاز تک شمار نہیں کیا جاتا تھا۔

لہٰذا دارا ۴۸۶ ق م کے کسی ماہ مر گیا اور اِس سال کو اُس کی حکومت کا آخری سال شمار کیا گیا۔ اُس کا جانشین اخسویرس تھا اور ۴۸۵ ق م کو اُس کی سلطنت کا پہلا سال شمار کیا گیا۔ اور اُس کا اکیسواں سال ۴۶۵ ق م تھا۔

اخسویرس نے یونان کو فتح کرنے کی کوشش کی، لہٰذا ہمارے پاس قدیم یونانی دستاویزات ہیں جو اخسویرس کے دورِ حکومت کی فارسی دستاویزات کی توثیق کرتی ہیں۔ سالامیس (Salamis) کی مشہور جنگ ستمبر ۴۸۰ ق م میں لڑی گئی۔ ایڈم ردرفورڈ (Adam Rutherford) ہمیں بتاتا ہے:

> مثال کے طور پر سالامیس کی مشہور بحری جنگ جس میں فارس کے اخسویرس اوّل کو یونانیوں کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی، اِس کا ذکر ہیروڈوٹس کی

کالیاڈیس (Kalliades) کی مدتِ حکومت کی مکمل فہرست سلامیس کے زمانے اور اس سے پہلی تین صدیاں ق م تک محفوظ ہیں۔ یونانی اکثر اپنے واقعات کی تاریخ حاکم (archon) کے نام کے ساتھ درج کرتے جس کے زمانے میں یہ واقعات رونما ہوئے۔۔۔ کالیاڈیس کے تاریخی اندراج میں جس سال سالامیس کی جنگ لڑی گئی، یہ جولائی ۴۸۰ ق م سے جولائی ۴۷۹ ق م کا سال تھا۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ جنگ ستمبر (۲۳) کے مہینے میں لڑی گئی، یوں یہ ۴۸۰ ق م کا سال تھا۔۔۔ اِس تاریخ کا ذکر سلامیس کی جنگ کے چند دن بعد سورج گرہن کے متعلق ہیروڈوٹس کے انداجات میں بھی مندرج ہے۔ کیوں کہ فلکیاتی شمار اِس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ یونان میں نظر آنے والا سورج گرہن ۱۲ اکتوبر ۴۸۰ ق م یعنی سالامیس میں اخسویرس کی شکست کے نو دن بعد ہوا، جب اُس کی سلطنت کا چھٹا سال تھا۔'' (Rutherford, Bible Chronology, p 17,18)

ردرفورڈ اُن معلومات کو استعمال کرتے ہوئے بیسویں صدی کے اوائل کے نظریہ ادواریت کے ماننے والے بولنگر، اینسٹی اور مورو کے نظریات کو غلط ثابت کرتا ہے، جن کا خیال تھا کہ دانی ایل کے ستر ہفتوں کو ارتخششتا کے فرمان کی بجائے اخسویرس سے شمار کیا جانا چاہیے۔ اِن تاریخوں کو ثابت کرنے کے لیے اُنھوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ اخسویرس کا زمانہ ۵۳۰ ق م کی بجائے ۴۵۰ ق م میں تھا۔ اُن کے اِس نظریے کو ۱۹۳۰ء میں شاہی محلات اور مقبروں میں ہونے والی آثارِ قدیمہ کی کھدائی نے غلط ثابت کر دیا، لیکن پھر بھی وہ لوگ اُس نظریے پر قائم ہیں اور آثارِ قدیمہ کی معلومات کو خاطر میں نہیں لاتے۔

یقیناً کسی کو بھی دانی ایل کے ستر ہفتوں کے بارے میں دُرست نظریہ قائم کرنے کے لیے تاریخی حقائق اور سچائی کو جاننا لازمی ہے۔ اگر خورس ۴۵۰ ق م میں آیا تو پھر دارا کی تاریخ ۴۴۰ ق م اور ۴۳۰ ق م ہونی چاہیے، اور اخسویرس کی حکومت بعد کے سالوں میں ہونی چاہیے، شاید ۴۲۰ ق م یا اِس کے بعد۔ لیکن جیسا کہ ہم ایڈم ردڑفورڈ کی مرتب کردہ یونانی دستاویزات میں پڑھتے ہیں، اخسویرس نے ۴۸۰ ق م میں کالیاڈیس کی مدت حکومت میں سالامیس کی جنگ لڑی۔ یقیناً کالیاڈیس ۴۲۰ ق م میں حکمران نہیں تھا۔

۴۶۵ ق م میں اخسویرس کی موت کے بعد ارتخششتا نے تخت سنبھالا اور فارسیوں نے اُس کی حکومت کا پہلا سال ۴۶۴ ق م کو شمار کیا۔ اِس لیے اُس تاریخ کی مستحکم بنیاد کو سمجھنا بہت ضروری ہے جس پر دانی ایل کے ستر ہفتے شروع ہوتے ہیں، کیوں کہ اگر ہم ارتخششتا کے دورِ حکومت کے سالوں کو نہیں جانتے تو پھر ہم دانی ایل کے ستر ہفتوں کی دُرُست تاریخ کا تعین بھی نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اِس کا آغاز غلط سال سے کریں گے تو پھر آخر میں یسوع کی خدمت اور اُس کی مصلوبیت کے سالوں کی تاریخ بھی غلط ہو جائے گی۔

ارتخششتا کا ساتواں سال ۴۵۸ ق م میں ہوا، جس وقت اُس نے عزرا ۷: ۱۱-۲۶ میں درج اپنا فرمان جاری کیا۔ عزرا یروشلیم میں پہنچتا ہے، جیسا ہم آٹھویں (۸) آیت میں پڑھتے ہیں۔

''اور وہ بادشاہ کی سلطنت کے ساتویں برس (۴۵۸ ق م) کے پانچویں مہینے یروشلیم میں پہنچا۔''

تیرہ سال بعد نحمیاہ کو یروشلیم کی دیواروں کی تعمیر نو کے لیے بھیجا گیا۔ نحمیاہ ۲: ۱ میں لکھا۔

''ارتخششتا بادشاہ کے بیسویں برس (۴۴۵ ق م) نیسان کے مہینے میں۔۔۔''

یہ اُس وقت ہوا جب بادشاہ نے دیکھا کہ نحمیاہ کا چہرہ اُداس ہے اور اُس نے اُس کے متعلق استفسار کیا۔ نحمیاہ نے اُسے بتایا کہ یہ یروشلیم کی تباہی کی وجہ سے ہے۔ اور یوں بادشاہ نے اُسے یروشلیم بھیجا تا کہ وہ اُس کی دیواریں دوبارہ تعمیر کرے۔ یہ ۴۴۵ ق م کا سال تھا۔ مورخین کی کثیر تعداد اِس بات سے متفق ہے۔ یہ دونوں تاریخیں ہی دانی ایل کے ستر ہفتوں کی بحث میں بہت اہم ہیں۔ ہر تاریخ ایک نقطہ آغاز کو ظاہر کرتی ہے اور ہر ایک تاریخ کا ایک نقطہ اختتام بھی ہے۔

۴۵۸ ق م سے ۳۳ عیسوی (یسوع کی مصلوبیت)

۴۵۵ ق م سے ۴۶ عیسوی (پولس کی خدمت کا آغاز)

سات کے ستر بار

اگر ہم ہفتہ کے وسط کو یسوع کے بپتسمہ کے وقت کے طور پر قائم کرنے والی تاریخ سے آگے جائیں تو ہم ایک اور وجہ دیکھ سکتے ہیں کہ کیوں یسوع کو دانی ایل کے ستر ویں ہفتے کے آخر میں ۳۳ عیسوی میں مصلوب

ہونا پڑا۔ متی ۱۸: ۲۱ میں پطرس نے یسوع سے پوچھا۔

''اُس وقت پطرس نے پاس آ کر اُس سے کہا اَے خُداوندا گر میرا بھائی میرا گناہ کرتا رہے تو میں کتنی دفعہ اُسے معاف کروں؟ کیا سات بار تک؟ یسوع نے اُس سے کہا میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ سات بار بلکہ سات دفعہ کے ستر بار۔''

یہ چار سونوے ۷۰x۷ بنتا ہے اور اِس کا تعلق دانی ایل کے ستر ہفتوں سے ہے۔

میرے ابتدائی سالوں میں یہ عدد میرے لیے محض سطحی معنی رکھتا تھا۔ لیکن جب میں نے یوبلیوں اور وقت کے دوروں کا مطالعہ شروع کیا تو میں نے اِس بات کو جانا کہ اِس سے یسوع ہمیں دانی ایل کے ستر ہفتوں کے بنیادی مقصد سے آگاہ کر رہا ہے۔ یہ معافی (فضل) کا ایک دَور تھا۔

قوم کو سال میں ایک دفعہ یومِ کفارہ پر فضل سے نوازا جاتا۔ سردار کاہن ایک بکرے کو ذبح کرتا اور اُس کا خون پاک ترین مقام میں اُن گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے لاتا جو پچھلے سال میں قربان گاہ کے نیچے جمع ہوئے تھے۔

اگر خُدا قوم کو سال میں ایک بار معافی دیتا تو پھر خُدا کے معافی کے عہد کو ختم ہونے میں کتنا عرصہ لگتا؟ یقیناً چار سونوے (۴۹۰) سال۔ اُس نے سال میں ایک بار قوم کا گناہ معاف کر دیا، اِس لیے اِس نبوتی عہد کو ختم ہونے میں چار سونوے (۴۹۰) سال لگے۔ اِس لیے یسوع نے فوراً پطرس کو متی ۱۸: ۲۳-۳۵ میں اِس اصول کی وضاحت کے لیے ایک تمثیل سنائی۔ اِس کا آغاز اِن الفاظ سے ہوتا ہے۔

''پس آسمان کی بادشاہی اُس بادشاہ کی مانند ہے جس نے اپنے نوکروں سے حساب لینا چاہا۔ اور جب حساب لینے لگا تو اُس کے سامنے ایک قرض دار حاضر کیا گیا جس پر اُس کے دس ہزار توڑے آتے تھے۔''

بالفاظ دیگر، یہ چار سونوے مرتبہ معاف کرنے اور پھر قرضوں کی ادائیگی کے لیے غلاموں یا خادموں کو جواب دہی میں لانے کے اصول کی وضاحت کرتا ہے۔ صحائف میں ہر قسم کے گناہ کو قرض کے طور پر شمار کیا جاتا ہے۔ اِس لیے یسوع کی متعدد تمثیلیں اِس کی عکاسی کرتی ہیں۔

اِس تمثیل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرض کی معافی مطلق نہیں تھی۔ اُس نے صرف گناہ کو ڈھانپا۔ اِس نے یومِ حساب کو ملتوی کر دیا۔ یہ بنیادی طور پر ایک رعایتی مدت تھی جس میں مقروض کو واجب الادا قرض کی ادائیگی کے لیے مزید وقت دیا جاتا تھا۔ مزید برآں، مکمل اور حتمی معافی اِس بات سے مشروط تھی کہ قرض دار دُوسروں کو اپنے قرض معاف کرنے کے لیے آمادہ ہو۔

چناں چہ جب حساب کتاب کا دن آیا تو مقروض پر فضل ہوا جس سے اُس کا سارا قرض منسوخ ہو گیا۔ تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قرض دار اپنے پڑوسی کا نسبتاً کم قرض معاف کرنے پر آمادہ نہیں تھا، اِس کے نتیجے میں مالک نے اُس قرض دار کو اپنا سارا قرض دار کرنے کا پابند کر دیا۔ دُوسرے لفظوں میں اُس نے اپنی یوبلی کھودی کیوں کہ یوبلی کا قانون اُس کے دل پر نہیں لکھا تھا۔

مصلوبیت کے معاملے میں یہوداہ کی قومی یوبلی اُس وقت ہوئی جب قوم کو چار سو نوے (۴۹۰) مرتبہ (سال) معاف کر دیا گیا۔ یہ نبوتی کیلنڈر کے ازسرِ آغاز سے ۴۹۰ سال تھے، جو دانی ایل کی پیشین گوئی کے مطابق ارتخششتا کے فرمان سے شروع ہوئے۔ خُدا نے ہر سال چار سو نوے سالوں کے لیے قوم کو فضل کی توسیع دی۔

پھر بادشاہ اُس قرض کو نہ صرف یہوداہ بلکہ پوری دُنیا کے لیے صلیب پر لے آیا۔ یہی دانی ایل کے ستر ہفتوں کا مقصد ہے۔ یسوع کی تمثیل کے مطابق فضل کو توسیع دینے کے خُدا کے عہد کا اختتام ۴۹۰ سالوں کے بعد ہو جائے گا۔ لہٰذا اگر خُدا ۴۸۶ یا ۴۸۷ ویں بار گناہ کے قرض کی ادائیگی کا تعین کر لیتا اور اگر یسوع دانی ایل کے سترویں ہفتے کے وسط میں مصلوب ہوتا تو یہ اصول منسخ ہو جاتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ مصلوبیت ۳۳ عیسوی میں ہوئی نہ کہ ۳۰ عیسوی میں ۔ یسوع نے ۲۹ عیسوی میں یومِ کفارہ پر اپنے آپ کو یوحنا اصطباغی کے سامنے بپتسمہ کے لیے پیش کیا، جو کہ اُس کے تیسویں برس کا دسواں دن (نرسنگوں کی عید) تھا۔ ایسا کرتے ہوئے وہ اِس بات کا اعلان کر رہا تھا کہ ’’میں حقیقی بّرہ ہوں جو قوم کے گناہ کو ڈھانپوں گا۔ میں اِس قربانی اور باقی تمام قربانیوں کی تکمیل ہوں۔‘‘

ساڑھے تین سال بعد، یسوع کو ۳۳ عیسوی میں فسح کے موقع پر مصلوب کیا گیا۔ تاہم پچھلی صدی میں

بہت سے لوگوں نے اِس تاریخ کے متعلق بحث کی، کیوں کہ ایسا کرنے سے وہ اپنے کچھ نظریات کی تائید کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اگر ہم خالصاً تاریخ پر نظر ڈالیں اور اِس واقعہ کو معلوم کرنے کی کوشش کریں اور پھر اُس کے مطابق کلامِ مقدس کی تشریح کریں تو کسی بھی صورت میں ہم اُس نظریاتی بائبلی حیثیت کو برقرار نہیں رکھ پائیں گے۔ یہ ایک سادہ سچائی ہے کہ یسوع کو دانی ایل کے ستر (۷۰) ہفتوں کے اختتام پر اپریل ۳۳ عیسوی میں مصلوب کیا گیا۔

باب ۳

یسوع کی خدمت کا وقت

دانی ایل کے ستر ہفتوں کا بنیادی مقصد مسیح کی خدمت کے وقت اور مقصد کو قائم کرنا تھا (دانی ایل ۹:۲۵)۔ اِس لیے اِس پوری پیشین گوئی کو یسوع کی پیدایش کی تاریخ کے ساتھ ساتھ اُس کے بپتسمہ اور مصلوبیت کے ساتھ مربوط ہونا چاہیے۔

کیا یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ یسوع نے ستمبر ۲۹ عیسوی کو بپتسمہ لیا اور دانی ایل کے ستر ہفتوں کے اختتام پر ۳۳ عیسوی میں مصلوب ہوا۔ لیکن ایسا کرنے کے لیے ہمیں یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ یسوع کی پیدایش ۲ ق م میں ہوئی تھی۔ روایتی طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ یسوع ۴ ق م میں پیدا ہوا تھا اور ۳۳ عیسوی میں اُسے مصلوب کیا گیا۔ ایسا کرنے سے بپتسمہ کے وقت اُس کی عمر ۳۳ برس ہو جاتی ہے اور جب اُسے مصلوب کیا گیا تو اُس کی عمر ۳۶ برس بنے گی۔ لیکن لوقا ۳:۲۳ اِس کی تردید کرتے ہوئے کہتا ہے:

"جب یسوع خود تعلیم دینے لگا قریباً (precisely) تیس برس کا تھا اور (جیسا کہ سمجھا جاتا تھا) یوسف کا بیٹا تھا اور وہ عیلی کا۔"

یونانی لفظ ہوسئی hosei (جس کا ترجمہ "تقریبا" کیا گیا ہے) کے انگریزی میں معنی "like" یا "as" ہیں جو کہ یہاں استعمال ہونے والے انگریزی لفظ about سے کہیں زیادہ دُرست ہیں۔ اِس کا بہتر ترجمہ "من وعن" یا "ٹھیک ٹھیک" ہونا چاہیے۔ اِس کا اصل مطلب یہ ہے کہ یسوع نے اپنی خدمت کا آغاز تیس (۳۰) سال کی عمر میں کیا نہ کہ انتیس (۲۹) یا اکتیس (۳۱) سال کی عمر میں۔ دراصل وہ ۲ ق م عبرانی نئے سال کی شب "روش ہوشنہ ہا" کے دن پیدا ہوا اور تیس سال بعد ستمبر ۲۹ عیسوی میں یومِ کفارہ کے دن اُس نے بپتسمہ لیا جو کہ اُس کے تیسویں سال کا نواں دن تھا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اصل میں یسوع ۴ ق م میں پیدا ہوا، اگر اُن کی یہ بات دُرست ہے تو پھر ۲۷ عیسوی میں اُس کی عمر ۳۰ سال ہوتی ہے۔ یوں اُس کی مصلوبیت کا سال ۳۰ عیسوی بنتا ہے۔ لہٰذا اِس بات کی

تصدیق کے لیےہمیں تاریخی شواہد کی طرف جانا پڑے گا کہ کون سا نظریہ دُرُست ہے۔

کون سا چاند گرہن ہیرودیس کی موت کی تاریخ ہے؟

یسوع کی پیدایش کو ۴ عیسوی قرار دیئے جانے کا بنیادی ثبوت یوسفیس کی کتاب Antiquities of the Jews,XVLL,vi,4 کا حاشیہ ہے۔ جہاں ہیرودیس بادشاہ کی موت کا احوال بیان کیا گیا ہے، جس نے اپنے مرنے سے کچھ عرصہ پہلے بیت لحم کے بچوں کو قتل کروایا۔

یوسفیس ہمیں بتاتا ہے کہ ہیرودیس کی موت سے تقریباً دو ہفتے پہلے اُس نے متیاہ (Matthias) کو سردار کاہن کے عہدے سے معزول کر دیا اور اِسی نام کے ایک باغی ربّی کو قتل کر دیا۔ یوسفیس ہمیں بتاتا ہے:

> ''لیکن ہیرودیس نے اِس متیاہ کو سردار کاہن کے عہدے سے معزول کر دیا اور دُوسرے متیاہ کو جس نے بغاوت کی اُسے اُس کے ساتھیوں کے ساتھ زندہ جلا دیا اور اُسی رات چاند گرہن بھی تھا۔''

ایڈیٹر کے حاشیے (اٹھارھویں صدی میں) میں اِس طرح سے لکھا ہے:

> ''چاند گرہن (یوسفیس نے اپنی تحریرات میں صرف ایک ہی مرتبہ کسی بھی قسم کے گرہن کے بارے میں لکھا ہے) ہیرودیس اور انتپاس کی موت اور یسوع کی پیدایش اور اُس کی پوری تاریخ کے وقت کو متعین کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ یہ ۱۳ مارچ جولین دَور کے ۴۷۱۰ ویں سال ہوا، اور مسیحی دَور (Christian Era) کے آغاز سے چار سال پہلے۔''

ایڈیٹر نے اُس مخصوص چاند گرہن جس کا ذکر یوسفیس نے کیا اُسے فرض کرنے میں غلطی کی۔ سب سے پہلے تو ہیرودیس چاند گرہن کی رات نہیں مرا تھا۔ بلکہ اِس کی بجائے چاند گرہن اُس وقت ہوا جب ہیرودیس نے متیاہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور اُس سردار کاہن کو معزول کر دیا جس کا نام بھی متیاہ تھا۔ دراصل ہیرودیس دو ہفتے بعد مرا۔

اگر ہیرودیس نے ۱۳ مارچ ۴ ق م کو متیاہ کو معزول کر دیا ہوتا اور پھر مارچ کے آخر میں اُس کی موت ہو

جاتی اور اُس کے جنازے اور سوگ کے لیے تیس دن ہوتے یوں پھر اُن تمام واقعات کی وضاحت کے لیے وقت نہ ہوتا جو کہ عید فسح کا عروج تھا جہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو ہیکل کے محافظوں نے قتل کر دیا تھا۔

چار (۴) ق م میں فسح ۱۱-۱۷ اپریل کو آئی۔ اگر ہیرودیس مارچ کے آخر میں مر گیا، تو کوئی بھی شخص تیس دنوں کے جنازے اور ۱۱ اپریل کے درمیانی دنوں کو کیسے پورا کر سکتا ہے؟ اور یہ اُس کے بیٹے ارخلاوس کے تخت پر بیٹھنے کے احوال کو بھی نہیں بیان کرتا، جسے چند ہفتے لگے ہوں گے۔ اِس لیے یہ ناممکن ہے۔

یوسفیس کے بیان میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہیرودیس کی موت کے بعد اُس کے لیے تیس دن کا سوگ منایا گیا اور پھر اُس کے بیٹے ارخلاؤس نے لوگوں کی کچھ ناانصافیوں کی شکایات کو سنا جو اُس کے باپ کے دَور میں ہوئی تھیں۔ یہ سلسلہ کچھ ہفتوں تک جاری رہا، اِس دوران لوگ حد درجہ بے چین رہے۔ آخر کار ارخلاؤس نے لوگوں سے بات چیت کرنا چھوڑ دیا اور ہیکل میں فوج بھیج دی، جہاں لوگ عید فسح کے لیے جمع ہوئے تھے (Antiquities XVLL,xi,3)۔ وہاں یوسفیس لکھتا ہے:

> ''اب ارخلاؤس نے سوچا کہ حکومت کو بچانے کا اِس کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں کہ اُن لوگوں کو قتل کر دیا جائے جنھوں نے یہ کوشش کی تھی۔۔۔ چناں چہ اُس نے پوری فوج کو وہاں بھیج۔۔۔ جہاں گھڑ سواروں نے تین ہزار آدمیوں کو مار دیا، جب کہ باقی قریبی پہاڑوں پر بھاگ گئے۔''

حقیقت یہ ہے کہ یوسفیس کی کتاب کے انیسویں صدی کے ایڈیٹر نے اپنے حاشیے میں غلطی کی۔ اُس نے اِس بارے میں غلط اندازہ لگایا کہ زیرِ بحث چاند گرہن ۱۳ مارچ ۴ ق م میں ہوا۔ ہمیں لازمی ایک ایسے گرہن کو ڈھونڈنا پڑے گا جو مارچ میں نہیں بلکہ جنوری یا فروری کے اوائل میں کسی سال ہوا۔ اِس وقت کے دوران یہوداہ کے گرد نظر آنے والے چاند گرہن کی فہرست بہت مختصر ہے۔

۸ نومبر ۸ ق م (یہ وہ وقت کبھی نہیں ہو سکتا)

۲۳ مارچ ۵ ق م (یہ فسح اور ہیرودیس کے جنازے اور بات چیت کو ختم کرنے کے دورانیہ کے بہت قریب ہے)

۱۵ستمبر۵ق م (یہ بھی وہ وقت نہیں ہوسکتا)

۱۳مارچ ۴ق م (یہ بھی دُرُست وقت نہیں)

۱۷جولائی ۲ق م (یہ بھی دُرُست وقت نہیں)

۹ جنوری ۱ق م (یہ وہ تاریخ ہے جس کے بارے میں ہم تلاش کر رہے ہیں)

۸نومبر ۲عیسوی (یہ بھی دُرُست وقت نہیں)

اگر متیاہ کو ۹ جنوری ایک (۱) ق م کو معزول کر دیا گیا تھا جو کہ اُس مخصوص چاند گرہن کا وقت تھا تو پھر ہیرودیس کی موت جنوری کے آخر میں ہوگی۔ اُس کے تیس دن کا سوگ فروری کے بیشتر حصے تک محیط ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ اُس کی لاش مزید ایک ہفتے ایسے ہی رہی اور پھر لوگوں سے مذکرات شروع ہوئے۔ وہ مذاکرات مارچ میں ہوئے تھے اور فسح اپریل میں تھی۔

جیسا کہ یوسفیس نے درج کیا یہ تاریخیں واقعات کے ساتھ بہت اچھی طرح سے میل کھاتی ہیں۔

یسوع کی پیدائش کو ۴ ق م میں ثابت کرنے کے لیے ایڈیٹر کے حاشیے کو استعمال کرنے کی ایک وجہ اور بھی ہوسکتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یسوع کی پیدائش ستمبر یا اکتوبر میں ہوئی۔ اگر وہ ستمبر ۴ ق م میں پیدا ہوتا ہے تو پھر اُسے ہیرودیس کی موت کے تقریباً چھ ماہ کے بعد پیدا ہونا چاہیے۔ اگر ایسے ہوتا ہے تو پھر ہیرودیس مجوسیوں سے بادشاہ کی پیدائش کی خبر سن کر کیسے بیت لحم میں بچوں کو قتل کرنے کا حکم دے سکتا تھا (؟ متی ۲:۱۶ کا مطالعہ کریں)

اِس لیے اگر انیسویں صدی کے ایڈیٹر نے ۱۳ مارچ ۴ ق م کو دُرُست چاند گرہن کا انتخاب کیا تھا، تو وہ ہمیں کیسے بتا سکتا ہے کہ یسوع اُسی سال ستمبر ۴ ق م میں پیدا ہوا۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ ۱۳ مارچ کو چاند گرہن کی تاریخ کو برقرار رکھنے کے لیے یسوع کی پیدائش ستمبر ۵ ق م میں ہونی چاہیے، جب ہیرودیس زندہ تھا۔

ہیرودیس کی عمر ستر سال کب ہوئی؟

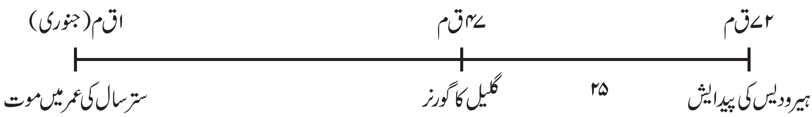
یوسفیس ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ جب ہیرودیس کی موت ہوئی تو اُس کی عمر تقریباً ستر سال تھی۔

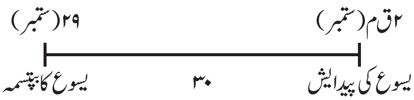
Antiquities of the Jews XVII,vi,1 میں وہ کہتا ہے:

’’وہ صحت مند ہونے سے مایوس ہوگیا(کیوں کہ اُس وقت اُس کی عمر کا سترھواں سال تھا)تو وہ نہایت تند مزاج ہوگیا اور اُس نے ہر موقع پر تلخی اور اندوہنا کی کا مظاہرہ کیا۔‘‘

وہ دوبارہ اِس کی تصدیق اپنی کتاب Wars of the Jews I,xxxiii,I, میں کرتا ہے، وہاں وہ کہتا ہے’’کیوں کہ وہ تقریباً ستر سال کا تھا۔‘‘

مورخین اِس بات کو بھی جانتے ہیں کہ ہیرودیس اُس وقت پچیس سال کا تھا جب اُس نے ۴۷ق م میں اپنے سفر کا آغاز کیا، جب اُس کے باپ نے اُسے گلیل کا گورنر مقرر کیا (Antiquities of the Jews XIV,ix,2)۔ یوں ہیرودیس ۲ق م سے جب تک جنوری ایک ق م میں اُس کی موت نہیں ہوئی وہ ستر سال کا تھا۔ یسوع کی پیدائش روشِ ہوشاہانہ سے تقریباً چار مہینے قبل ۲۹ ستمبر ۲ق م میں ہوئی۔





کورنیس کب سوریہ کا گورنر تھا؟

لوقا۲:۲ ہمیں بتاتا ہے کہ جب یسوع کی پیدائش ہوئی اُس وقت کورنیس سوریہ کا حاکم تھا۔ تاریخ ہمیں سوریہ کے مختلف گورنروں کے بارے میں بتاتی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

طِطس (Titius) (۷ق م اور اِس سے قبل)

وِیُرس (Varus) (۷ یا ۶ق م سے ۴ق م)

سٹرنینس (Saturninus) (۴ سے ۲ق م)

وِیُرس (Varus) (۲ق م سے اعیسوی)

قیصرِ اعظم (ا سے ۴عیسوی)

رومی تاریخ کے مطابق کورنیس ۶ یا ۷عیسوی تک سوریہ کا گورنر نہیں تھا۔ یہ یسوع کی پیدائش کی تاریخ میں مسئلہ پیدا کر دیتا ہے۔ تاہم، ہم جانتے ہیں کہ کورنیس کو ۲ق م کے مارچ میں رومی سینٹ کی ایک قرارداد کی

منظوری کے بعد سوریہ بھیجا گیا، جس میں قیصر اگوستس کے ''پیٹر پیٹریا'' (Pater Patriae)یعنی ''بابائے ملک'' ہونے کا اعلان کیا گیا۔

یہ قرارداد اُس کے پچیسویں سال کے اعزاز میں منظور کی گئی، اِس سے پہلے کہ ۲۷ق م میں اُس کے ''اگوستس'' ہونے کا اعلان کیا گیا۔ سینٹ نے حکم دیا کہ پوری رومی دُنیا اِس فرمان کی توثیق کرے۔ کورنیس اخراج اور مردم شماری میں بہت ماہر تھا، اِسی لیے اُسے سوریہ بھیجا گیا تاکہ سلطنت میں ہر ایک فرد کا نام لکھا جا سکے۔ آسیہ میں یہ کام گرمیوں کے دوران مکمل ہو گیا، اِس کے بعد اُس کی توجہ یہودیہ کی طرف ہو گئی۔ اِس لیے لوقا (۲:۳-۵) ہمیں بتاتا ہے:

> ''اور سب لوگ نام لکھوانے کے لیے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ پس یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرۃ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا جو یہودیہ میں ہے۔ اِس لیے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا۔ تاکہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے۔''

ہم جانتے ہیں کہ کورنیس ۲ق م میں سوریہ میں تھا اور لوقا کی انجیل کے مطابق جب یسوع کی پیدایش ہوئی وہ ''سوریہ کا گورنر'' تھا۔ تکنیکی اعتبار سے ۲ق م میں کورنیس لیفٹینیٹ گورنر تھا، اُسی موسمِ گرما میں سٹرنینس کو ویرُس کی جگہ گورنر تبدیل کیا جانا تھا، لیکن شاید وہ تہواروں میں شرکت کے لیے جلد از جلد روم جانا چاہتا تھا۔ اِسی وجہ سے ویرُس جتنی دیر ممکن ہو سکا روم چھوڑنے سے گریزاں رہا۔

چوں کہ کورنیس کے پاس مناسب مرتبہ تھا اِس لیے وہ بہ طور لیفٹینیٹ گورنر کام کر سکتا تھا۔ اِس لیے روم میں ہونے والی تقریبات کے دوران اِس کے پاس سوریہ میں رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، یوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سٹرنینس اور ویرُس دونوں نے کورنیس کو قائم مقام گورنر رکھنے کے لیے ۲ق م کی گرمیوں تک کے لیے اچھا بہانہ تلاش کیا۔ یسوع کی پیدایش بھی اُسی وقت ہوئی جب کورنیس سوریہ کا گورنر تھا۔

یوں ۲ق م ہی وہ ممکنہ وقت ہے جب یسوع کی پیدایش ہو سکتی تھی جب کورنیس سوریہ کا گورنر تھا۔

مجوسی کب آئے؟

بعد کی روایتوں نے اِس خیال کی تصویر کشی کی کہ بیت لحم کے چرواہے اور مجوسی اُسی رات چرنی پر پہنچے جس رات یسوع کی پیدایش ہوئی تھی۔ لیکن یہ بالکل ناممکن ہے، مریم اور یوسف کو اُسی رات مصر کو بھاگنا پڑا

جس رات مجوسی آئے۔ اگر مریم نے ابھی یسوع کو جنم دیا ہوتا تو وہ اِس حالت میں نہ ہوتی کہ وہ گدھے پر سفر کر سکے۔

مجھے یقین ہے کہ یسوع ۲۹ ستمبر ۲ ق م میں روش ہوشنہ ہا کے موقع پر پیدا ہوا اور مقامی چرواہے اُسی رات اُسے دیکھنے اور ملنے آئے (لوقا ۱۶:۲)۔ اُنھوں نے یوسف اور مریم کو یسوع کے ساتھ جسے اُنھوں نے چرنی میں رکھا تھا سرائے میں پایا (لوقا ۷:۲)۔

ہم نہیں جانتے کہ وہ سرائے (ممکنہ طور پر ایک غار) میں کتنی دیر رہے، لیکن زیادہ تر سب لوگ قیصر اگوستس کے فرمان کی توثیق کرنے کے بعد اپنے گھروں کو واپس لوٹ چکے تھے۔ پھر مریم اور یوسف ایک گھر میں گئے (متی ۱۱:۲)، جہاں وہ تسلی اور آرام میں تھے۔ یہ بھی امکان ہے کہ مقامی باشندوں کے ساتھ رات کے وقت صحائف کے متعلق مباحث ہوئی ہوں۔ میں یہ تصور نہیں کر سکتا کہ چرواہے اُن میں سے کسی بھی بحث سے محروم رہے ہوں گے۔

تین مہینوں کے بعد مجوسی آئے اور یہ وہ وقت تھا جب ہیرودیس کو اُس کی پیدائش کے بارے میں بتایا گیا اور وہ ایک حریف بادشاہ کی پیدائش سے گھبرا گیا۔

مجوسی بیت لحم کو آئے۔ چرواہوں نے مریم اور یوسف کو ایک سرائے میں دیکھا جب کہ مجوسیوں نے اُنھیں گھر میں دیکھا۔ اُسی رات مریم اور یوسف کو خواب میں خبردار کر دیا گیا (متی ۱۲:۲، ۱۳)۔ مجوسی دُوسرے راستے سے پارتھیا واپس آ گئے اور یوسف مریم اور یسوع کو لے کر مصر آ گیا۔

یسوع مصر میں

یسوع اُس وقت تین مہینے کا تھا جب یوسف اُسے مصر میں لے کر آ گیا، بالکل اُسی طرح جیسے موسیٰ تین مہینے کا تھا جب اُسے فرعون کے محل میں لایا گیا۔ خروج ۲:۲ میں موسیٰ کی پیدائش کے بارے میں اِس طرح بیان کیا گیا ہے۔

> ''وہ عورت حاملہ ہوئی اور اُس کے بیٹا ہوا اور اُس نے یہ دیکھ کر کہ بچہ خوب صورت ہے تین مہینے تک اُسے چھپا کر رکھا۔''

ہمیں بتایا گیا ہے کہ کس طرح موسیٰ کو ایک ''ٹوکرے'' میں رکھا گیا جو دریا میں تیر رہا تھا۔ فرعون کی بیٹی نے اُس ٹوکرے میں ایک بچے کو دیکھا۔ اُس نے موسیٰ کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ چناں چہ موسیٰ تین مہینے کی عمر میں فرعون کے گھر میں پہنچا دیا گیا۔

اعمال ۳:۲۲ میں یسوع کا موازنہ موسیٰ سے کیا گیا۔

> ''چناں چہ موسیٰ نے کہا کہ خُداوند خُدا تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اُس کی سننا۔''

لہٰذا یسوع کی پیدائش کے حالات کی پیشین گوئی اُن چیزوں کے ساتھ کی گئی ہے جو موسیٰ کے ساتھ پیش آئیں۔ دونوں ہی تین ماہ کی عمر میں اپنی حفاظت کے لیے فرعون (مصر) کے گھر میں گئے۔ چناں چہ ہم متی ۲:۱۳-۱۵ میں پڑھتے ہیں۔

> ''جب وہ (مجوسی) روانہ ہو گئے تو دیکھو خُداوند کے فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کر کہا اُٹھ۔ بچے اور اُس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو بھاگ جا اور جب تک کہ میں تجھ سے نہ کہوں وہیں رہنا کیوں کہ ہیرودیس اِس بچے کو تلاش کرنے کو ہے تا کہ اِسے ہلاک کرے۔ پس وہ اُٹھا اور رات کے وقت بچے اور اُس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو روانہ ہو گیا۔ اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا تا کہ جو خُداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ مصر میں سے میں نے اپنے بیٹے کو بلایا۔''

مجوسی لازمی دسمبر ۲ ق م کے آخر میں پہنچے ہوں گے، اِسی بات نے بعد میں ۲۵ دسمبر پر کرسمس کی روایت کو جنم دیا۔ بعد میں مسیحی روایات میں بھی اِس دن کو اُس کی پیدائش کے دن کے طور پر منایا گیا، لیکن ہم جانتے ہیں کہ چرواہے نومبر کے بعد کھیتوں میں نہیں رہ سکتے تھے۔ اِس لیے وہ ستمبر میں پیدا ہوا اور مجوسی دسمبر میں آئے۔

۲۵ دسمبر ۲ ق م میں اِس تاریخ پر بادشاہ کا سیارہ (مشتری) بیت لحم میں رات کے وقت آسمان میں تھا جب اُسے یروشلیم سے دیکھا گیا۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا مشتری اُس وقت بیت لحم کے اُوپر واحد ''ستارہ'' تھا، لیکن مجوسیوں نے جو ستاروں کے علم کے ماہر تھے، یروشلیم سے اِس سمت میں دیکھتے ہی سیارہ مشتری پر غور کیا ہوگا۔

تقریباً ڈیڑھ سال تک آسمان پر بہت سے غیر معمولی واقعات ہوتے رہے، جن کا آغاز ۳ ق م کے موسم بہار سے ہوا۔ اِن تمام واقعات کو ڈاکٹر ارنسٹ مارٹن کی کتاب The Star that astonished the World میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ مجوسیوں نے پانچ صدیاں قبل دانی ایل کی نبوتی تعلیمات میں سے کچھ کو یاد کر لیا تھا، کیوں کہ دانی ایل کو اُس کی حکمت وخرد کی وجہ سے اُس زمانے میں مجوسیوں کا حکمران بنا دیا گیا۔ دانی ایل ۲: ۴۸ میں لکھا ہے:

''تب بادشاہ نے دانی ایل کو سرفراز کیا اور اُسے بہت سے بڑے بڑے تحفے عطا کیے اور اُس کو بابل کے تمام صوبہ پر فرمان روائی بخشی اور بابل کے تمام حکیموں پر حکمرانی عنایت کی۔''

چوتھی صدی میں افسس کے مقدس نکولس نے ۲۴ اور ۲۵ کی رات مجوسیوں کی مثال پر عمل کرتے ہوئے جنھوں نے یسوع کو تحفے دیئے، غریب لوگوں کے دروازوں پر چھوٹے چھوٹے تحائف رکھنے شروع کر دیئے۔ دُوسرے لوگوں نے بہت جلد اِس کی مثال کی پیروی کی اور اِس سے کرسمس کی روایت کو فروغ ملا۔ اِن روایات کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ ۲۵ دسمبر کو یسوع کی پیدایش کی حقیقی تاریخ کے طور پر دیکھا جانے لگا، حالاں کہ حقیقت میں یہ وہ وقت تھا جب مجوسی اُس کی پیدایش کے تقریباً تین ماہ بعد آئے۔

ابتدائی کلیسیا کے گواہ

یسوع کی پیدایش کی تاریخ کے متعلق ابتدائی کلیسیا کے مصنفین نے بھی لکھا۔ دُوسری صدی کے اواخر میں ایرینئیس (Irenaeus) لکھتا ہے ''ہمارا خُداوند تقریباً اگوستس کی سلطنت کے اکتالیسویں سال پیدا ہوا۔'' (Against Heresies III, xxi, 3)

اگوستس نے اپنی حکومت کا آغاز ۱۹ اگست ۴۳ ق م کو کیا۔ اُس کی سلطنت کا اکتالیسواں سال ۲ ق م میں تھا۔ اگر ہم یسوع کی پیدایش کو ۴ یا ۵ تصور کرتے ہیں تو یہ اگوستس کا اڑتیسواں یا انتالیسواں سال ہوسکتا ہے۔

یوسیبئیس (Eusebius) جسے ''آبائے تاریخِ کلیسیا'' کہا جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''یہ اگوستس کی سلطنت کا بیالیسواں سال تھا اور مصر کی اطاعت اور انتونی اور کلیوپیٹرا

کی موت کے بعد اٹھائیسواں سال تھا۔"

تیس (۳۰) ق م میں انتونی اور کلیوپیٹرا کی خودکشی اُن دنوں بہت اہم تاریخیں تھیں اور بہت سے واقعات کی تاریخیں اُنہی کے مطابق ہیں، اُس کے اٹھائیس سال بعد ۲ ق م تھا۔ ڈبلیو۔ای۔فلمر (W.E.Filmer) جس نے یسوع کی پیدایش ۲ ق م میں ثابت کرنے کے لیے ایک آرٹیکل لکھا، وہ لکھتا ہے:

"پانچ سو سال قبل دس سے کم ایسے مسیحی گواہ تھے جو یسوع کی پیدایش کے سال پر متفق تھے۔"

یوحنا اصطباغی کی خدمت کا آغاز

یوحنا اصطباغی کی ماں الیشبع نے اپنے حاملہ ہونے کو پہلے پانچ مہینے چھپائے رکھا (لوقا ۱:۲۴)۔ الیشبع کے حمل کے چھٹے مہینے جبرائیل نے مریم کو بتایا کہ وہ رُوح القدس کی قدرت سے حاملہ ہوگی اور اُس کے بیٹا ہوگا اور وہ خُدائے تعالیٰ کا فرزند کہلائے گا۔ لوقا ۱:۳۶ میں لکھا ہے۔

"اور دیکھ تیری رشتہ دار الیشبع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونے والا ہے اور اب اُس کو جو بانجھ کہلاتی تھی چھٹا مہینہ ہے۔"

یوحنا کو ایلیاہ کی پیشین گوئیوں کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا تھا (لوقا ۱:۱۷)۔ اُن دنوں یہ عام خیال تھا کہ "ایلیاہ" فسح کے وقت آئے گا، اِس لیے یہ رواج تھا کہ لوگ میز کے ساتھ ایک کرسی زیادہ لگایا کرتے تھے۔

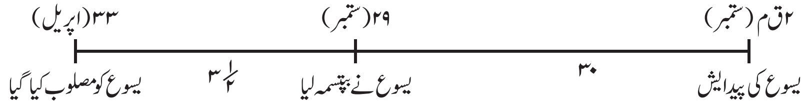
جب یوحنا نے تیس سال کی عمر میں اپنی با قاعدہ خدمت کا آغاز کیا تو اُس وقت غالباً فسح تھی یا اُس کے قریب کا کوئی وقت تھا۔ چند ماہ بعد یسوع بھی تیس سال کا ہوگیا اور وہ یوحنا سے بپتسمہ لینے آیا (لوقا ۳:۲۳)۔

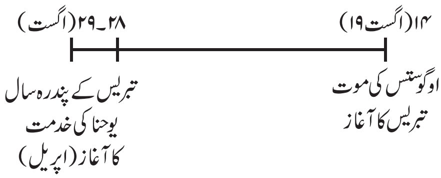
لوقا بالواسطہ یوحنا کی خدمت کے آغاز کے بارے میں بتا کر ہمیں یسوع کی خدمت کے آغاز کے بارے میں بتاتا ہے۔ یوحنا کی خدمت کا آغاز "تبریس قیصر کی حکومت کے پندرھویں برس" ہوا (لوقا ۳:۱)۔

تبریس نے اپنی حکومت کا آغاز ۱۹ اگست ۱۴ عیسوی میں اُس وقت کیا جب اُس کا باپ (قیصر اگوستس) مر گیا۔ یہ دن رومی تاریخ میں سب سے زیادہ اقتباس کیا جانے والا دن ہے، کیوں کہ قیصر اگوستس اپنے سیاسی سفر کے آغاز (۱۹ اگست ۴۳ ق م) کے چھپن سال بعد مر گیا۔ یوں تبریس کا پندرھواں سال ۲۸ اگست سے ۲۹ اگست پر محیط ہے۔ چوں کہ یوحنا اُس سال فسح پر تیس سال کا ہوگیا تھا، اِس لیے یہ بات یقینی ہے کہ اُس نے

اپنی خدمت کا آغاز تبریس کے پندرھویں سال ۲۹ عیسوی کی فسح سے کیا ہوگا۔ اُس نے ستمبر ۲۹ عیسوی میں یسوع کو بپتسمہ دیا۔

لہٰذا ہم یہ نتیجہ اَخذ کر سکتے ہیں کہ ستمبر ۲۹ عیسوی میں نرسنگوں کی عید پر یسوع کی عمر تیس سال ہوگئی۔ دس روز کے بعد یومِ کفارہ کے دن وہ یوحنا سے بپتسمہ لینے آیا، اِس کے بعد رُوح اُسے چالیس دنوں کے لیے بیابان میں لے گیا، چالیس دنوں کی آزمائش کے بعد اُس نے واپس آ کر عبادت خانے میں لوگوں کو بتایا کہ وہ یسعیاہ کی پیشین گوئی کو پورا کرنے آیا ہے (لوقا ۴: ۱۷-۲۱ کا مطالعہ کریں)۔





یوں اولاً ہم یہ نتیجہ اَخذ کر سکتے ہیں کہ یسوع کی پیدایش اُس وقت ہوئی جب کورنیس ۲ ق م میں سوریہ کا گورنر تھا۔ ثانیاً، یوحنا نے اپنی خدمت کا آغاز ۲۹ عیسوی میں تبریس کے پندرھویں برس فسح کے موقع پر کیا۔ ثالثاً، یسوع نے ستمبر ۲۹ عیسوی میں بپتسمہ لیا اور آخر کار ۳۳ عیسوی میں اُسے مصلوب کر دیا گیا۔ یہی دانی ایل ایک کے ستر ہفتوں کو سمجھنے کی کلید ہے۔

باب ۴

ہفتے کا وسط

یسوع دانی ایل کے ستر ویں ہفتے کے وسط یعنی انتیس (۲۹) عیسوی کے ستمبر میں من وعن تیس سال کا ہو گیا تھا۔ ہم یہ اِس لیے جانتے ہیں کیوں کہ تاریخ ہمیں دانی ایل کے ستر ہفتوں کی تاریخیں بتاتی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ ستر واں ہفتہ ۲۶-۳۳ عیسوی تک تھا۔ دُوسرا ایک بار جب ہم اِس بات کو جان جائیں کہ یسوع صرف ۲ ق م میں ہی پیدا ہوسکتا تھا تو پھر وہ انتیس عیسوی کے ستمبر میں ستر ویں ہفتے کے وسط میں تیس سال کا ہو گیا۔

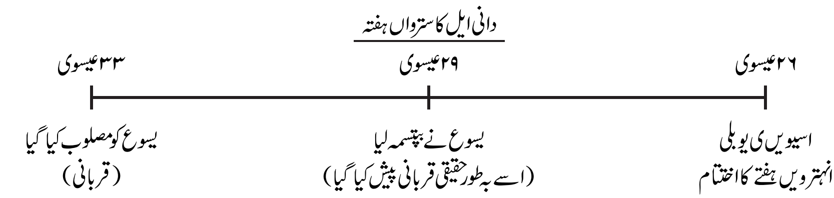
اگر ہم تاریخ کو خود سے کلامِ مقدس کی تشریح کرنے دیں بجائے کہ ہم اپنے مذہبی تعصّبات کی وجہ سے تاریخ کو وہ باتیں کہنے پر مجبور کریں جو کہ ہم چاہتے ہیں تو پھر شاید ہم اِس معاملے کی حقیقت کو جان سکتے ہیں۔

دانی ایل ۹:۲۶ اور ۲۷ میں لکھا ہے کہ ''اور باسٹھ ہفتوں کے بعد وہ ممسوح قتل کیا جائے گا۔'' اگر اِس بیان کو ظاہری طور پر لیا جائے تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ یسوع کو ۲۶ عیسوی میں مصلوب کیا گیا تھا، لیکن بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اِس کئی سال قبل تاریخ پر بحث کرنے کی کوشش کریں۔ دانی ایل ۹:۲۷ میں لکھا ہے۔

> ''اور وہ ایک ہفتہ کے لیے بہتوں سے عہد قائم کرے گا اور نصف ہفتہ میں ذبیحہ اور ہدیہ موقوف کرے گا۔''

نظریہِ ادواریت کو ماننے والے بائبلی علما ہمیں یہ بتانے سے الجھن کا شکار کر دیتے ہیں کہ ''وہ'' کا اشارہ مسیح کی طرف نہیں بلکہ یہ مخالفِ مسیح کی طرف ہے جو اخیر زمانہ میں برپا ہوگا۔ لیکن اِس کو مخالفِ مسیح کہنے کی ہمارے پاس کوئی بھی تاریخی، قواعدی یا بائبلی وجہ موجود نہیں ہے۔ اِس طرح کے تصورات مکمل طور پر مفروضہ ہیں کیوں کہ یہ حوالہ خود آنے والے مسیح کے بارے میں بات کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب یسوع کو قربانی کے لیے پیش کیا گیا تو دُوسری تمام قربانیوں کی ضرورت نہ رہی۔



دانی ایل کا سترواں ہفتہ ۲۶ عیسوی سے ۳۳ عیسوی تھا۔ یسوع نے اپنی خدمت کا آغاز ہفتے کے وسط میں ستمبر ۲۹ عیسوی میں کیا۔ یہ وہ وقت تھا جب وہ یوحنا کے پاس بپتسمہ لینے کے لیے گیا، اُس نے اپنے آپ کو یومِ کفارہ کے دن پیش کیا تا کہ احبار ۱۶ باب کی شریعت کو پورا کیا جائے۔ اپنے آپ کو خدمت کے لیے پیش کرتے ہوئے (بالآخر قربانی کے لیے) اُس نے خُدا کی نظروں میں ذبیحہ اور ہدیہ موقوف (دانی ایل ۹: ۲۷) کر دیا۔ بلاشبہ یہودی مزید چالیس سال یا اِس سے بھی زیادہ عرصہ جانوروں کی قربانی کرتے رہے، لیکن یقیناً دانی ایل کی پیشین گوئی یہودیوں کے اِس عمل کے بارے میں نہیں تھی، بلکہ یہ خُدا کے نقطہ نظر کے متعلق تھی۔ اگر پیشین گوئی محض ہیکل میں قربانی کے خاتمے سے پوری ہوسکتی تھی تو پھر سترویں ہفتے کی تاریخ لازمی ۶۶-۷۳ عیسوی ہونی چاہیے تھی۔

شاید ہی کوئی شخص ہو جو دانی ایل کی نبوت کی اتنی تاخیر سے تکمیل کی تائید اور اُس پر بحث کرے، اِس لیے ہم اِس پر مزید گفتگو نہیں کریں گے۔

یومِ کفارہ کی تکمیل

شریعت کی تکمیل کے لیے یسوع نے یومِ کفارہ کے دن بپتسمہ لیا۔ اُس دن کے بارے میں ہدایات احبار ۱۶ باب میں دی گئی ہیں۔

> ''پھر اُن دونوں بکروں کو لے کر اُن کو خیمہِ اجتماع کے دروازہ پر خُداوند کے حضور کھڑا کرے۔ اور ہارون اُن دونوں بکروں پر چھٹیاں ڈالے۔ ایک چٹھی خُداوند کے لیے اور دُوسری عزازیل (لغوی طور پر بکمانس دیوتا، ساطیر، ستور یا شیطان کے لیے) کے لیے ہو'' (احبار ۱۶: ۷-۸)۔

یسوع نے دونوں بکروں کی شریعت کو پورا کیا۔ سب سے پہلے لوگوں کے گناہوں کے کفارہ کے لیے قربان ہو کر۔ یسوع دریائے یردن پر گیا اور اپنے آپ کو ''یہوواہ کے لیے'' ایک بکرے کے طور پر یوحنا کو پیش کیا، جب کاہن یروشلیم کی ہیکل میں پہلے بکرے کو قربان کر رہے ہوتے تھے۔

اُس کا بپتسمہ باپ کے سامنے اُس کا پہلے بکرے کے طور پر پیش ہونا تھا، جسے صلیب پر قربان ہونا لازمی تھا۔ یہ اُس کی قانونی موت تھی جس کے بعد اُس کی حقیقی موت صلیب کے اُوپر ہوئی۔

اُس کے بپتسمہ کے فوراً بعد رُوح اُسے بیابان میں لے گیا تا کہ وہ ابلیس سے آزمایا جائے۔ یہ بالکل اُس وقت ہوا جب دُوسرے بکرے کو ''عزازیل کے لیئے'' بیابان میں لے کر جایا جارہا تھا۔ ہم احبار ۱۶:۲۱ میں پڑھتے ہیں۔

''اور ہارون اپنے دونوں ہاتھ اُس زندہ بکرے کے سر پر رکھ کر اُس کے اُوپر بنی اسرائیل کی سب بدکاریوں اور اُن کے سب گناہوں اور خطاؤں کا اقرار کرے اور اُن کو اُس بکرے کے سر پر دھر کر اُسے کسی شخص کے ہاتھ جو اِس کام کے لیے تیار ہو بیابان میں بھجوادے۔''

یہ بکرا ''عزازیل کے لیئے'' ہے۔ عزاز (Azaz) کے معنی بکرا اور ایل (El) کے معنی خُدا کے ہیں۔ یوں عزازیل کا مطلب ''بکمانس دیوتا'' ہے یہ نام عبرانی ادب میں اکثر بکمانس یا ستور (Satry) کی نشان دہی کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے، جو کہ آدھا آدمی اور آدھا بکرا ہے۔ یونانی عزازیل کو ''پین'' (Pan) کے نام سے جانتے تھے۔

ایک بار جب ہم اِس بات کو سمجھ جاتے ہیں کہ یسوع نے یومِ کفارہ کے دن بپتسمہ لیا تو پھر متی ۴:۱ کے معنی ہم پر واضح ہو جاتے ہیں۔

''اُس وقت رُوح یسوع کو جنگل میں لے گیا تا کہ ابلیس سے آزمایا جائے۔''

شریعت میں ہدایت دی گئی کہ ''مناسب آدمی'' (JKV) یا ''ایک آدمی جو تیار ہو'' (NASB) وہ دُوسرے بکرے کو ''عزازیل کے لیئے'' بیابان میں لے کر جائے۔ متی ۴:۱ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ یسوع نے اُس بکرے کی شریعت کو پورا کیا اور رُوح کے وسیلے بیابان میں گیا تا کہ عزازیل سے آزمایا جائے۔ یہ اِس غیر واضح جملے ''عزازیل کے لیئے'' کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ ''شیطان'' کی طرف بھی اشارہ ہے۔

بالفاظ دیگر، یسوع نے یومِ کفارہ کے دن دونوں بکروں کی شریعت کو پورا کیا۔ اُس نے پہلے بکرے کی شریعت کو اپنے آپ کو موت (بپتسمہ) کے لیے پیش کرنے سے پورا کیا اور دُوسرے بکرے کی شریعت کو رُوح کی راہنمائی میں بیابان میں جانے سے پورا کیا۔

ہیکل کے کاہن پورا سال ہر روز دو قربانیاں گزرانتے تھے۔ وہ صبح اور شام کی قربانی ہوتی تھی (اِسے

اعمال ۳:۱ میں دُعا کا وقت بھی کہا گیا)۔ جیسا کہ شریعت میں بیان کیا گیا ہے گناہ کو ڈھانپنے کے لیے قربانی کا خون قربان گاہ کے نیچے بہایا جاتا تھا۔

ہر سال کے دوران گناہ کو ڈھانپا جاتا، اور وہ پھر بھی بڑھتے رہتے جب تک اُن کو دُور نہ کیا جاتا۔ ہر سال یومِ کفارہ پر رُوحانی اصول کو جسمانی سطح پر نافذ کیا جاتا۔ پہلے بکرے نے گناہ کو ڈھانپ دیا یعنی گناہ کا کفارہ ادا کر دیا۔ عبرانی لفظ ''کفر'' (kaphar) ''ڈھانپنا'' کا مطلب ''ایک ہی بار'' نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ اِس کا مطلب ''ڈھانپنا'' ہے۔ دراصل ہماری انگریزی زبان کا لفظ cover عبرانی لفظ kaphar سے ملتا جلتا ہے۔

دُوسرے بکرے کا مقصد گناہ کو مٹانا تھا۔ اِس میں ایک ایسے بکرے کی تصویر کشی کی گئی جسے بیابان میں ایک ایسی جگہ لے کر جایا جاتا جہاں کوئی بھی نہیں بستا تھا (احبار ۱۶:۲۲)۔ اگر چہ یسوع نے عہدِ جدید میں ایک ہی وقت میں دونوں بکروں کی شریعت کو پورا کیا، لیکن اِس کی اُس سے بھی اُتم تکمیل مسیح کی دو آمدوں میں پوری ہوگی۔ اُس کی پہلی آمد اُس کی موت کا کام تھا جس نے گناہ کو ڈھانپا۔ اُس کی دُوسری آمد ایک زندہ کام ہے جس میں گناہ کو ختم کیا جائے گا۔

اِسی وجہ سے بہ طور مسیحی اب ہم راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں، کیوں کہ مسیح کا خون ہمارا گناہ ڈھانپتا ہے۔ خُدا اب ''جو چیزیں نہیں ہیں اُن کو اِس طرح بلا لیتا ہے کہ گویا وہ ہیں'' (رومیوں ۴:۱۷)۔ یہ ہمیں قانونی طور پر راست باز بناتا ہے۔ لیکن اِسے ابھی تک مسیح کے ایک دُوسرے کام کی ضرورت ہے کہ وہ گناہ کو دُور کرے اور ہمیں باطنی طور پر راست باز بنائے۔

شریعت کی پیشین گوئی کی مکمل تکمیل ہم پر ظاہر کرتی ہے کہ یسوع نے یومِ کفارہ کے دن بپتسمہ لیا۔ اور یہ دن تاریخی اعتبار سے دانی ایل کے سترویں ہفتے کا وسط بھی تھا۔ دانی ایل ۹:۲۷ میں لکھا ہے کہ مسیح نصف ہفتے میں ذبیحہ اور ہدیہ موقوف کر دے گا۔ کئی سالوں تک میرا یہ خیال تھا کہ اِس کا مطلب ہے کہ مسیح ہفتے کے وسط میں صلیب پر اپنی جان دے گا۔ لیکن اصل تاریخ ظاہر کرتی ہے کہ یہ اُس کی قانونی موت تھی جو کہ واقعتاً ہوئی یعنی بپتسمہ کے وسیلے موت۔

مرنے کے دوطریقے ہیں۔ پہلی موت جسمانی ہے جوکہ ہماری فنا پذیری کا نتیجہ ہے۔ دُوسری موت ہماری روزمرہ کی زندگی ہے جس میں ہم بدن کی خواہشوں کا انکار کرتے اور پرانے انسان کومصلوب کرتے اور اُسے مردہ تصور کرتے ہیں(رومیوں ٦ باب)۔پہلی موت جسمانی ہے۔ دُوسری موت قانونی ہے۔ جب یسوع نے بپتسمہ لیاتو یہ اُس کی قانونی موت تھی بالکل اُسی طرح جیسے ہمارے بپتسمہ میں پرانے انسان کی موت ہوتی ہے۔

اِس وجہ سے دانی ایل کہتا ہے کہ وہ ''نصف ہفتہ میں ذبیحہ اور ہدیہ موقوف کرے گا۔'' ایک بار جب اصل باپ کوپیش کر دیا جا تا ہے تو خُدا کی نظر میں عکوس موثر نہیں رہتے۔ یسوع کے بپتسمہ کے بعد لوگوں سے توقع کی گئی کہ وہ اُسے حقیقی قربانی کے طور پر قبول کریں اور صرف اُسی کی قربانی ہی گناہ کے کفارے کے لیے کافی تھی۔ یقیناً یوحنا کی گواہی کے مطابق وہ ''خُدا کا برّہ ہے جو دُنیا کا گناہ اُٹھالے جاتا ہے'' (یوحنا ١:٢٩)۔

اِسی بات نے انسانوں کی نظر میں نہیں بلکہ خُدا کی نظر میں ہر قسم کی قربانی کوختم کر دیا۔ دراصل جیسا میں نے پہلے کہا ہم تاریخ سے اِس بات کو جانتے ہیں کہ کاہن ستر عیسوی میں ہیکل کے تباہ ہونے تک مسلسل اِس میں قربانیاں گذرانتے رہے۔ اِس لیے دانی ایل ممکنہ طور پر ہفتے کے وسط میں تمام قربانیوں کے موقوف ہونے کا حوالہ نہیں دے سکتا۔ یہ صرف الٰہی نقطہ نظر کو بیان کرسکتا ہے اور اِس کا ہیکل کے کاہنوں کی مذہبی سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں۔

باب ۵

مخالفِ مسیح کون ہے؟

دانی ایل کے ستر ہفتوں کا اختتام مصلوبیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اِس میں کسی قسم کے شک کی گنجایش نہیں ہے۔ مستقبل میں دوبارہ شروع کرنے کے لیے وقت کی ''گھڑی'' ہفتے کے آغاز یا وسط میں نہیں رکی تھی۔ جن لوگوں نے انیسویں صدی میں ''وقفے کے نظریے'' کو ایجاد کیا، وہ تاریخ سے بالکل بے بہرہ تھے۔

مخالفِ مسیح کا برپا ہونا اِس اصطلاح کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ پچھلے ایک سو پچاس (۱۵۰) برسوں میں بہت سی کتابیں مخالفِ مسیح کے منصب کے لیے کچھ مخصوص لوگوں کے بارے میں پیشین گوئی یا قیاس آرائی کرتے ہوئے لکھی گئیں۔ پہلی جنگ عظیم کے جرمن حکمران، پھر مسولینی اور ہٹلر کو مخالفِ مسیح کہا گیا۔ جب وہ سب اپنے انجام کو پہنچے تو لوگوں نے کچھ دُوسری سیاسی شخصیات جیسا کہ ہنری کسنجر (Henry Kissinger) یا شہزادہ چارلس کو مخالفِ مسیح کہنا شروع کر دیا۔ روسی صدر میخائل گورباچوف (Mikhail Gorbachev) مخالف مسیح کے لیے ایک پسندیدہ اُمیدوار رہا، جس کے ماتھے پر ''حیوان کے نشان جیسا ایک پیدایشی نشان تھا۔

میں کسی بھی طرح سے اُن میں سے کسی بھی شخص کی حمایت نہیں کرتا، کیوں کہ یہ سب بابل کے حکمران تھے نہ کہ خُدا کی بادشاہی کے۔ لیکن باوجود اِس بات کے کہ وہ کتنے بُرے تھے اُن میں سے کوئی بھی ''مخالفِ مسیح'' نہیں تھا۔

مخالفِ مسیح اور حیوان

اکثر لوگوں کو یہ بات جان کر حیرانی ہوتی ہے کہ ''مخالفِ مسیح'' کی اصطلاح مکاشفہ کی کتاب میں نہیں ملتی۔

یوحنا عارف کا مکاشفہ صرف مختلف ''حیوانوں'' کی بات کرتا ہے۔ یہ کتاب کئی ایک طرح سے دانی ایل کی کتاب کا تسلسل اور اُس کی توسیع ہے۔ دانی ایل کے ساتویں اور آٹھویں باب میں قومیں اور سلطنتیں

''حیوان'' ہیں۔ پہلا حیوان بابل تھا، جس کی تصویر کشی بہ طور'' شیر'' کی گئی ہے (دانی ایل ۷:۴)۔ دُوسری سلطنت فارس ہے جسے'' ریچھ'' کے طور پر دکھایا گیا ہے (دانی ایل ۷:۵)۔ تیسرا یونان، جس کی تصویر کشی ''تیندوے'' کے طور پر کی گئی ہے (دانی ایل ۷:۶)۔ چوتھا ایک بے نام حیوان ہے جسے''لوہے کے دانتوں'' کے ساتھ دکھایا گیا ہے (دانی ایل ۷:۷) اور اِس کی شناخت روم کے طور پر کی گئی ہے۔

کلامِ مقدس میں اِن سلطنتوں کی تصویر کشی درندہ خصلت کی وجہ سے بہ طور''حیوان'' کی گئی ہے، جو اپنے آپ کو بڑھانے اور قائم رہنے کے لیے دُوسرے جانوروں (قوموں) کو کھا جاتے ہیں۔ دُوسرے لفظوں میں وہ خون خوار ہیں جو اپنے راستے میں آنے والے کسی کو بھی جان سے مار دیتے ہیں۔ بابل کے بہت سے حکمرانوں کے دل حیوانوں کی طرح تھے۔

یہ دانی ایل ۴:۱۶ میں نبوکدنضر کے معاملے میں بیان کیا گیا ہے۔

> ''اُس کا دل انسان کا دل نہ رہے بلکہ اُس کو حیوان کا دل دیا جائے اور اُس پر سات دَور گذر جائیں۔''

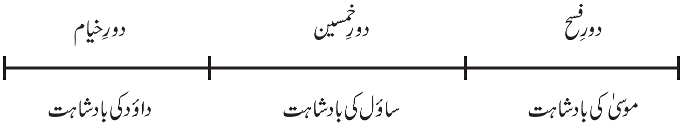
جب یہ نبوت پوری ہوئی تو بادشاہ ایک حیوان کی مانند بن گیا اور''سات دَور'' تک وہ گھاس کھاتا رہا۔ کلامِ مقدس میں لکھا ہے''ہر بشر گھاس کی مانند ہے'' (۱۔پطرس ۱:۲۴)۔ دوبارہ ہم زبور ۱۰۳:۱۵ میں پڑھتے ہیں ''انسان کی عمر تو گھاس کی مانند ہے۔'' لہٰذا نبوکدنضر کو ایک حیوان کا دل اور عقل دی گئی اور اُس نے گھاس کھانا شروع کر دی، جو کہ انسانی بدن کی نمائندگی کرتی ہے۔ خُدا نے اُسے گوشت کی بجائے گھاس کھانے کو دی تا کہ وہ صریحاً درندگی سے بچ سکے۔ پھر بھی نبوت کا مفہوم وہی ہے۔

اخیر زمانے میں بہت سے مخالفِ مسیح

جہاں تک ''مخالفِ مسیح'' کی اصطلاح کا تعلق ہے یہ دانی ایل کی کتاب میں بھی اتنی ہی نادیدہ ہے جتنی یہ مکاشفہ کی کتاب میں ہے۔ صرف یوحنا ہی اِس اصطلاح کو استعمال کرتا ہے اور وہ بھی محض اپنے خطوط میں۔ یہ اصطلاح ۱۔ یوحنا میں چار بار اور ۲۔ یوحنا میں صرف ایک بار استعمال ہوئی ہے۔ یوحنا ہمیں ۱۔ یوحنا ۲:۱۸ میں بتاتا ہے۔

''اَے لڑکو! یہ اخیر وقت ہے اور جیسا تم نے سنا ہے کہ مخالفِ مسیح آنے والا ہے۔ اُس کے موافق اب بھی بہت سے مخالف مسیح پیدا ہو گئے ہیں۔''

تکنیکی اعتبار سے ''آخری دنوں'' کا آغاز صلیب سے شروع ہوتا ہے، کیوں کہ اِس واقعے نے فسح کے دَور کا خاتمہ کر دیا جس کا آغاز فسح کے موقع پر اسرائیل کے مصر سے خروج کرنے سے شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا یوحنا کے نقطہ نظر سے تاریخ میں دورِ خمسین ''آخری گھڑی'' تھی۔ یقیناً ہمارے موجودہ نقطہ نظر سے ہم دورِ خمسین کی ''آخری گھڑی'' میں ہیں۔ یہ دورِ خیام کا آغاز ہے۔



لہٰذا اِس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ ہم فسح اور دورِ خمسین کے دوران بہت سے ''مخالفِ مسیحیوں'' کو دیکھیں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لوگ ''بڑی مصیبت'' کے تناظر میں پیدا ہونے والی ایک واحد طاقت ور عالمی شخصیت کی تلاش میں ہیں۔ ایک خیالی تصویر تیار کی گئی جس نے مسیحیوں کو اِس بات سے بے سمجھ کر دیا کہ اصل میں پہلے سے اُن کے اردگرد کیا ہو رہا ہے۔ ایک وسیع تناظر میں وہ ابھی تک دانی ایل کے سترویں ہفتے کے آغاز کے بارے میں سوچ رہے ہیں جب کہ اصل میں وہ ۳۳ عیسوی کو مکمل ہو گیا تھا۔

مسیح کی جگہ پر قبضہ کرنا

ایک دُوسری بڑی مشکل یہ ہے کہ عام طور پر مخالفِ مسیح کی اصطلاح کی وضاحت مسیح کے خلاف ہونے کے طور پر کی گئی ہے۔ یونانی اصطلاح اینٹی (anti) کے لغوی معنی مخالف کی بجائے ''کی جگہ'' ہونا چاہیے۔ یہ لفظ متی ۲:۲۲ میں استعمال ہوا ہے۔

''مگر جب سنا کہ ارخلاؤس اپنے باپ ہیرودیس کی جگہ (anti) یہودیہ میں بادشاہی کرتا ہے تو وہاں جانے سے ڈرا اور خواب میں ہدایت پا کر گلیل کے علاقہ کو روانہ ہو

گیا۔"

ارخلاؤس ہیرودیس بادشاہ کا بیٹا تھا، جو اپنے والد کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا۔ ارخلاؤس نے اپنے باپ کے خلاف حکومت نہیں بلکہ اُس نے ہیرودیس کی جگہ حکومت کی یہ لفظ اینٹی (anti) کا سب سے معقول معانی ہے، اور یوں مخالفِ مسیح وہ ہے جو مسیح کی جگہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جیسے یونانی معانی مذکورہ بالا آیت میں بیان کیے گئے ہیں اِن کے مطابق مخالفِ مسیح ایک غیر جانبدار اصطلاح ہے۔ تاہم بائبل مقدس میں اِس کا استعمال منفی طور پر کیا گیا ہے، کیوں کہ عام طور پر اِس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے مسیح کی جگہ پر قبضہ کرلیا بجائے کہ اُس کی جگہ لے لی۔ غاصب وہ ہوتا ہے جو ایسے حکومت کرتا ہے جیسے وہ تخت اُس کا اپنا ہے بجائے اِس کے کہ وہ حقیقی اور شرعی بادشاہ کی مرضی کو پورا کرے جو سب پر اختیار رکھتا ہے۔

داؤد اِس بات کو سمجھ گیا کہ وہ خُدا (مسیح) کے تخت پر حکومت کر رہا ہے اور اُس نے الٰہی شریعت کے مطابق حکومت کرنے کی کوشش کی۔ اُس نے دُعا کی اور خُدا سے پوچھا کہ کیسے میں اپنی مرضی کی بجائے الٰہی مرضی سے حکومت کرسکتا ہوں۔ داؤد نے مسیح کی جگہ حکومت کی۔ اِس کے برعکس ساؤل بادشاہ نے خُدا کے خلاف بغاوت کی اور تخت کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جیسے وہ اپنی مرضی سے حکومت کرسکتا ہے۔ یوں تکنیکی اعتبار سے ساؤل بادشاہ غاصب اور مخالفِ مسیح تھا۔

لیکن بائبل مقدس میں مخالفِ مسیح کی مثال کی سب سے اہم پیشین گوئی داؤد کے بیٹے ابی سلوم میں نظر آتی ہے، جس نے کچھ عرصے کے لیے داؤد کے تخت پر قبضہ کرلیا۔ ابی سلوم عہدِ عتیق میں سب سے اہم مخالفِ مسیح بن گیا، تاہم پھر بھی وہ بائبل مقدس کے جدید علما کے لیے عملی طور پر نادیدہ ہے۔

داؤد اور ابی سلوم

۲۔ سموئیل ۱۵-۱۸ ابواب ہمیں بتاتے ہیں کہ کیسے غاصب ابی سلوم مخالفِ داؤد بن گیا۔ اُس نے داؤد کی حکمت عملیوں سے اختلاف کیا اور یوں اُس نے لوگوں کے دل موہ لیے (۱۵:۶)۔ اُسے جلد ہی حبرون میں بادشاہ بنادیا گیا جب کہ داؤد یروشلیم میں بادشاہ تھا (۱۵:۱۰)۔ مزید برآں ابی سلوم نے داؤد کے دوست اور

صلاح کار اخیتفل کو اُس سازش میں شامل کیا۔لیکن بعد میں اُس نے اپنے آپ کو پھانسی دے دی (۱۷:۲۳)۔

اخیتفل کی دھوکا دہی داوٗد کے لیے حد درجہ دل شکنی کا سبب بنی ۔ اِس کے بعد اُس نے کئی بار زبور میں اپنے اُس دوست کے بارے میں بات کی ،مثال کے طور پر وہ زبور ۵۵:۱۲-۱۴ میں لکھتا ہے۔

''جس نے مجھے ملامت کی وہ دشمن نہ تھا

ورنہ میں اُس کو برداشت کر لیتا

اور جس نے میرے خلاف تکبر کیا وہ مجھ سے

عداوت رکھنے والا نہ تھا

نہیں تو میں اُس سے چھپ جاتا

بلکہ وہ تو تو ہی تھا جو میرا ہمسر۔

میرا رفیق اور دلی دوست تھا۔

ہماری باہمی گفتگو شیرین تھی

اور ہجوم کے ساتھ خُدا کے گھر میں پھرتے تھے۔''

داوٗد کے دوست اخیتفل کی مدد سے داوٗد کے خلاف ابی سلوم کی یہ پوری سازش نئے عہد نامہ کی ایک اہم نبوت کا نمونہ ہے اور یسوع اور ہیکل کے راہنماؤں کے درمیان تنازعہ تھا۔

داوٗد = یسوع

ابی سلوم = سردار کاہن

اخیتفل = یہوداہ

سازش کا آغاز حبرون سے ہوا ، جو کہ عبرانی لفظ کبار (chebar) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''میل، شرکت ، اتحاد'' اور کبار ''رفاقت اور دوستی'' ہیں۔ بالفاظ دیگر ، یہ سازش شہرِ دوستاں سے شروع ہوئی۔ اِس لیے یسوع نے متی ۲۶:۵۰ میں نبوتی طور پر یہوداہ کو ''دوست'' کہا جب اُسے بوسہ دے کر پکڑ وایا گیا۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حبرون کا پرانا نام قریت اربع (یشوع ۱۵:۵۴) تھا۔ یہ یہوداہ اسکریوتی کا آبائی شہر تھا، کیوں کہ اسکریوتی ''اِیش۔قریت'' (ish-keriath) کی یونانی شکل (اِش) ہے جس کے معنی ''قریت کا رہنے والا'' جو قریت اربع سے ہے۔

اِس وجہ سے پنتکست سے پہلے یہوداہ کی جگہ نئے شاگرد کے انتخاب کے متعلق داؤد اور اخیتفل کی پیشین گوئیوں کے مطابق شاگردوں کی آپس میں بحث ہوئی۔ اعمال ۱:۱۵، ۱۶ میں لکھا ہے۔

''اور اُن ہی دنوں پطرس بھائیوں میں جو تخمیناً ایک سو بیس شخصوں کی جماعت تھی کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اے بھائیو اُس نوشتہ کا پورا ہونا ضرور تھا جو رُوح القدس نے داؤد کی زبانی اُس یہوداہ کے حق میں پہلے سے کہا تھا جو یسوع کے پکڑنے والوں کا رہنما ہوا۔''

اِس بات پر غور کریں کہ پطرس واضح طور پر سمجھ گیا کہ داؤد نے ابی سلوم کی بغاوت کی کہانی میں یہوداہ کے بارے میں پیشین گوئی کی۔ بلاشبہ اُنھوں نے بالاخانہ پر اِس کے متعلق بحث کی ہوگی، اور وہ جانتے تھے کہ اخیتفل کے متعلق داؤد کا بیان یہوداہ کے بارے پیشین گوئی تھی۔ اعمال ۱:۲۰ میں پطرس داؤد کا اقتباس کرتا ہے۔

''کیوں کہ زبور میں لکھا ہے کہ
اُس کا گھر اُجڑ جائے
اور اُس میں کوئی بسنے والا نہ رہے
اور اُس کا عہدہ دُوسرا لے لے۔''

پطرس نے اُن پیشین گوئیوں کا اطلاق یہوداہ پر کیا، جس نے اخیتفل کی طرح چند ہفتے پہلے خود کو پھانسی دے دی (متی ۲۷:۵)۔ یہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ اُس وقت تک شاگرد یسوع اور ہیکل کے سرداروں کے درمیان یہوداہ کے عصا کے حق کے تنازعہ کو پوری طرح سمجھ چکے تھے۔

اِس نبوتی ربط کو سمجھنا مخالفِ مسیح کے تصور کو سمجھنے کی سب سے اہم کلیدوں میں سے ایک ہے۔ ابی سلوم اپنے زمانے میں داؤد کا مخالف تھا۔ ہزار سال بعد ہیکل کے سردار یسوع کے مخالف تھے۔ یہ دونوں ہی

مخالفِ مسیح تھے، کیوں کہ دونوں نے ہی اُس کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ جسے خُدا نے بلایا اور اِس تخت پر حکمرانی کرنے کے لیے مسح کیا تھا۔

جب داؤد کا تخت چھین لیا گیا اُس نے بغیر کسی لڑائی کے یروشلیم کو چھوڑ دیا اور کوہِ زیتون کی چوٹی (روش/ rosh ''چوٹی، سر، کھوپڑی'') پر قربانی کی (۲۔سموئیل ۱۵:۳۲)۔

اِسی طرح یسوع اُس مقام یعنی ''کھوپڑی کی جگہ'' پر گیا اور دُنیا کے گناہ کے لیے حتمی قربانی کے ساتھ عہدِ عتیق کے نمونے کو پورا کیا۔ اُسے ''خیمہ گاہ کے باہر'' (عبرانیوں ۱۳:۱۳) مصلوب کیا گیا، اور شریعت کے مطابق اِس کا مطلب شہر کی دیواروں سے دوسو ہاتھ باہر تھا۔ وہ کوہِ زیتون کی چوٹی تھی، جہاں سرخ بچھیا کی راکھ بھی رکھی جاتی تھی۔ اُس راکھ کو ''لشکر گاہ کے باہر'' رکھا جاتا۔ جہاں وہ لوگ اُس تک رسائی حاصل کر سکتے تھے جو رسمی طور پر ناپاک ہوتے تھے۔

اِس لیے وہ جگہ جہاں داؤد نے قربانی گذرانی جب ابی سلوم نے اُس کا تخت چھین لیا تو یہ وہی جگہ تھی جہاں یسوع نے اپنی حتمی قربانی گذرانی جب سردار کاہنوں نے اُس کا تخت چھین لیا۔

داؤد ایک نامعلوم عرصے تک جلاوطنی میں رہا یہ جلاوطنی مسیح کے صعود فرمانے کی ایک قسم ہے جہاں اُسے دُوسری آمد تک رہنا ضرور ہے۔ یوں داؤد کی یروشلیم میں اپنے تخت پر واپسی مسیح کی آمد ثانی کی مثل ہے جس میں وہ اپنے تخت پر دوبارہ دعویٰ کرے گا۔

جب داؤد واپس آیا تو ابی سلوم کی فوج کے خلاف ایک حتمی جنگ لڑی گئی۔ ابی سلوم بھاگ نکلا لیکن اُس کے لمبے بال ایک درخت کی شاخ میں پھنس گئے (اُس کے بال اُس کے لیے فخر کا سبب تھے، لہٰذا نبوتی طور پر ابی سلوم کا غرور اُس کا زوال تھا) ۲۔سموئیل ۱۸:۱۴-۱۵ میں لکھا ہے۔

> ''تب یوآب نے کہا میں تیرے ساتھ یوں ہی ٹھہرا نہیں رہ سکتا۔ سو اُس نے تین تیر ہاتھ میں لیے اور اُن سے ابی سلوم کے دِل کو جب وہ ہنوز بلوط کے درخت کے بیچ زندہ ہی تھا چھید ڈالا۔ اور دس جوانوں نے جو یوآب کے سلح بردار تھے ابی سلوم کو گھیر کر اُسے مارا اور قتل کر دیا۔''

یہ مسیح کی آمد ثانی کی پیشین گوئی کرتا ہے جس میں وہ یہودی راہنما جنھوں نے مسیح کے تخت اور اُس کے پہلوٹھے کے حق کو غصب کیا ہے اُن کو سزا ملے گی۔ اگر چہ یہودی مائل مسیحی سمجھتے ہیں کہ یہودی یسوع (داؤد) کے تحت زمین پر حکمرانی کریں گے، لیکن ابی سلوم کی موت اِس کے برعکس صورت حال کو ثابت کرتی ہے۔ مسیح کا بالکل یہ ارادہ نہیں کہ وہ اپنی بادشاہی میں غاصبوں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کرے۔

دراصل یہودی مائل مسیحی آج ایک بار پھر غاصب مخالفِ مسیحیوں کی مدد کر کے حقیقی مسیح سے تخت اور اُس کا پہلوٹھے کا حق چھیننے کے لیے یہوداہ اور اختیفل کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ شاید نظریہ ادواریت کے ماننے والوں کی تعلیمات کا یہ سب سے خطرناک نتیجہ ہے۔ اِن تعلیمات نے کلیسیا کے کردار کو بہ طور جدید یہودی تیار کیا ہے۔

جیسا کہ یہ تنازعہ تاریخ میں تیسری بار آیا ہے، اب اِس میں واحد فرق یہ ہے کہ اب یہ حکومت کے عصا پر نہیں بلکہ پہلوٹھے کے حق پر اپنی توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے۔ اِس کی مزید تفصیل جاننے کے لیے آپ میری کتاب ''پہلوٹھے کے حق کے لیے جدوجہد'' کے چھٹے اور ساتویں باب کا مطالعہ کریں۔

جب ہم غاصب ابی سلوم کی نبوتی کہانی کو جانتے ہیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ قدیم مخالفِ مسیح کی مثل ہے۔ مسیح اور مخالفِ مسیح کے درمیان یہ تصادم عہدِ جدید کے مکمل بیانیہ کو سمجھنے کی بنیاد ہے۔ یہ متی ۲۱ باب میں یسوع کی تاکستان پر قبضہ کرنے والے باغبانوں کی تمثیل کی بھی وضاحت کرتا ہے، جہاں یسوع نے ۳۸ آیت میں اُن کے منہ کے الفاظ کو اِس طرح بیان کیا، ''۔۔۔یہی وارث ہے۔ آؤ اِسے قتل کر کے اِس کی میراث پر قبضہ کر لیں۔'' یہ واضح طور پر اِس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ عہدِ جدید کے یہودی مذہبی راہنما ''مخالفِ مسیح'' تھے اور ہیں۔

ابی سلوم نے اِس بات کو جانتے ہوئے کہ اُس کا باپ کون تھا اُس سے تخت چھین لیا۔ دراصل ایسا اِس لیے تھا کیوں کہ ابی سلوم اپنے باپ کو جانتا تھا اِس لیے اُس نے اُس کے خلاف بغاوت کی۔ اِسی طرح اِس پیشین گوئی کی تکمیل کے نمونے میں سردار کاہنوں کو بھی علم تھا کہ یسوع کون ہے اور اِسی وجہ سے اُنھوں نے اُس کا تخت (جائز اختیار) چھین لیا۔

یہ کوئی غلط شناخت کا معاملہ نہیں تھا بلکہ یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس میں اُنھوں نے پہچان لیا کہ وہ کون ہے، لیکن اُنھوں نے اُس کے ساتھ اختلاف کیا اور اپنے لیے اُس کے تخت کی خواہش کی۔ وہ ایک ایسا مسیح چاہتے تھے جو اُن کو روم کی غلامی سے نجات دلائے۔ لیکن جو مسیح اُن کو ملا وہ اُن کو گناہ کی غلامی سے نجات دلا سکتا تھا۔ یہ مسیح اُس مسیح سے میل نہیں کھاتا تھا جس کا تصور وہ اپنے ذہنوں میں رکھتے تھے، وہ جانتے تھے کہ اگر لوگوں نے اُس کے مسیح ہونے کا اعلان کر دیا تو اُنھیں اپنی ملازمتوں سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ اِس لیے اُنھوں نے اُسے مصلوب کر دیا، وہ اِس بات کو نہ سمجھ پائے کہ اِس عمل میں بھی وہ کلامِ مقدس کو پورا کر رہے ہیں۔

شاگرد اِن واقعات کو بہ خوبی سمجھتے تھے۔ پطرس نے زبور کا اقتباس کرتے ہوئے اِس بات کو ظاہر کیا کہ یہوداہ کی جگہ کو تبدیل ہونا چاہیے۔ وہ یہوداہ اور اخیتفل کے درمیان ربط کو صرف اِسی صورت میں جان سکتا تھا اگر وہ ابی سلوم کی بغاوت اور داؤد کے تخت پر قبضہ کرنے کی باقی ساری کہانی کو جانتا تھا۔

نہ ہی ''ابی سلوم'' کی یہودی فوج اور نہ ہی یہودی مائل مسیحی ''اخیتفل'' آنے والی داؤد کی بادشاہی میں حکومت کریں گے۔ اِس بادشاہی میں صرف وہی لوگ حکمرانی کریں گے جو حقیقی ''داؤد'' جو کہ اپنی آمد ثانی میں یسوع مسیح ہے اُس کے وفادار رہے۔ بلاشبہ جب تک مستقبل میں آخری جنگ ہونا باقی ہے، مسیحیوں کے پاس ابھی تک وقت ہے کہ وہ توبہ کریں اور جدید ابی سلوم کی حمایت کرنا بند کریں۔

یوحنا کی مخالفِ مسیح کی وضاحت

ابی سلوم اپنے زمانے کا مخالفِ مسیح تھا اور اُس کی مدد کرنے والی فوج بھی مخالفِ مسیح تھی۔ جب اِس کہانی کو نئے عہد نامہ میں نافذ کیا گیا تو کائفا کو بہ طور مخالفِ مسیح جانا جا سکتا ہے، کیوں کہ وہ کاہنوں کا سردار تھا یعنی سردار کاہن، جس نے تخت کو چھیننے کا فیصلہ کیا۔ سوال یہ ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کے گرد یہ تیسرے اجرا میں کیسے ہوگا۔ کیا کوئی انفرادی سطح پر مخالفِ مسیح ہوگا یا اجتماعی سطح پر؟

یوحنا اِس بات سے اپنے بیان کو جاری رکھتا ہے۔

''وہ (مخالفِ مسیح) نکلے تو ہم ہی میں سے مگر ہم میں سے تھے نہیں۔ اِس لیے کہ اگر ہم

میں سے ہوتے تو ہمارے ساتھ رہتے لیکن نکل اِس لیے گئے کہ یہ ظاہر ہو کہ وہ سب ہم میں سے نہیں ہیں۔ اور تم کو تو اُس قدوس کی طرف سے مسح کیا گیا ہے اور تم سب کچھ جانتے ہو' (۱۔ یوحنا ۲:۱۹)۔

یوحنا جان بوجھ کر اِسے مبہم کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم اگلی آیت میں دیکھتے ہیں۔

''میں نے تمھیں اِس لیے نہیں لکھا کہ تم سچائی کو نہیں جانتے بلکہ اِس لیے کہ تم اُسے جانتے ہو اور اِس لیے کوئی جھوٹ سچائی کی طرف سے نہیں ہے'' (۱۔ یوحنا ۲:۲۱)۔

بالفاظ دیگر، یوحنا اپنے قارئین کو بتا رہا ہے کہ اُس نے انھیں انفرادی طور پر اِس کا مطلب بتا دیا ہے، اِس لیے اب اُسے اُس کے بارے میں انھیں تحریری طور پر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیوں اُسے زبانی ہی بیان کیا گیا اور اِس حقیقت کو تحریری صورت میں نہ لکھا گیا؟ کیا یہ اِس لیے تھا کہ اگر یہ تحریر غلط ہاتھوں میں لگ جائے تو لوگوں کو اِس کی وجہ سے ستایا جا سکتا تھا یہاں تک کہ موت کی سزا بھی دی جا سکتی تھی۔

پھر بھی یوحنا اپنی وضاحت کو الٰہیاتی اصطلاحات میں جاری رکھتا ہے۔

''کون جھوٹا ہے سوا اُس کے جو یسوع کے مسیح ہونے کا انکار کرتا ہے؟ مخالفِ مسیح وہی ہے جو باپ اور بیٹے کا انکار کرتا ہے'' (۱۔ یوحنا ۲:۲۲)۔

لٰہذا اِن مخالفِ مسیحیوں کی شناخت میں سب سے کلیدی عنصر اُن کا اقرار ہے کہ یسوع مسیح ہے۔ یوحنا واضح کرتا ہے کہ وہ مخالف مسیح باپ یعنی یہوواہ خدا جو عہدِ عتیق کا خدا ہے اُسے جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں تاہم پھر بھی وہ لوگ بیٹے کا انکار کرتے ہیں۔ یوحنا ہمیں واضح طور پر بتاتا ہے کہ بیٹے کے بغیر باپ بھی نہیں ہو سکتا اور اِس طرح وہ یہودیت کے دعووَں کی تردید کرتا ہے۔

اِسی طرح ابی سلوم کی فوج اُن نسل پرست یہودیوں پر مشتمل تھی جنھوں نے داوَد کو بہ طور بادشاہ مسترد کر دیا تھا۔ داوَد تخت کا حقیقی وارث تھا، اِس لیے داوَد یہوداہ کو سونپا گیا عصا سنبھالے ہوئے تھا۔ اِس بغاوت نے سلطنت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک یہوداہ کا حقیقی قبیلہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اُن لوگوں میں سے اکثریت نے ابی سلوم کی پیروی کی، لیکن کچھ لوگ جو داوَد کے وفادار رہے وہی حقیقی طور پر یہوداہ کے قبیلے سے

ہیں۔

یہ صورت حال عہدِ جدید میں بھی دہرائی گئی۔ وہاں بھی حقیقی اور جھوٹے یہودی تھے، پولس رومیوں ۲:۲۸ اور ۲۹ میں اِس فرق کے بارے میں بات کرتا ہے۔

''کیوں کہ وہ یہودی نہیں جو ظاہر کا ہے اور نہ وہ ختنہ ہے جو ظاہری اور جسمانی ہے۔ بلکہ یہودی وہی ہے جو باطن میں ہے اور ختنہ وہی ہے جو دل کا اور رُوحانی ہے نہ کہ لفظی''۔

یہوداہ کے نام کے معنی ''تعریف'' ہیں۔ پولس وہاں یہ بتا رہا تھا کہ یہوداہ کے قبیلے میں دو طرح کے لوگ تھے جو یہوداہ کے قبیلے سے ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اُن میں سے زیادہ تر لوگوں نے اپنے دعویٰ کی بنیاد ختنہ پر رکھی۔ تاہم مسیحی اپنے دعویٰ کی بنیاد دل کے ختنہ پر رکھتے ہیں، جہاں اُن کی تعریف ''آدمیوں کی طرف سے نہیں بلکہ خُدا کی طرف سے کی جاتی ہے۔''

یہودی کون ہے؟

یہاں پہلی صدی کے دُوسرے بڑے تنازعے کو آشکارا کیا گیا ہے جو موجودہ دور تک بھی آیا۔ کون سا گروہ یہوداہ کے قبیلے سے ہونے کا حقیقی دعویٰ دار ہے۔ وہ گروہ جس نے بادشاہ یسوع کے خلاف بغاوت کی یا وہ لوگ جو اُس کے وفادار رہے۔ جیسا کہ شاگرد اور دیگر تمام مسیحی جنھوں نے اُسے قبول کیا ہے؟

یقیناً ہم یوحنا کے نقطہ نظر کے بارے میں جانتے ہیں کیوں کہ وہ ہمیں واضح طور پر بتاتا ہے کہ ہمیں لازمی بیٹے کو بہ طور بادشاہ جاننا چاہیے۔ باقی سب لوگ ''ہم سے باہر چلے گئے۔'' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے یہودی مائل مسیحیوں نے مسیحیت کو چھوڑ دیا اور ۶۶-۷۳ عیسوی کے دوران روم کے خلاف ہونے والی بغاوت میں شامل ہو گئے۔ دراصل اُنھوں نے چوتھے حیوان (روم) کے بارے میں دانی ایل کی پیشین گوئی کو نہ سمجھا، اور نہ ہی وہ یہ ایمان رکھتے تھے کہ خُدا نے اُن سے اُس الٰہی عدالت کے تابع ہونے کا مطالبہ کیا جس کا حکم یرمیاہ کے زمانے میں کیا گیا تھا۔

خُدا کی عدالت کو ردّ کرنے کی وجہ سے جو اُن پر اُن کے آبا و اجداد کی وجہ سے تھی وہ خود خُدا کے خلاف بغاوت کے مرتکب پائے گئے۔ اُن میں سے بیشتر یہودی کبھی بھی مسیحی ایمان داروں کے ساتھ رفاقت میں

پیوست نہ ہوئے، لیکن شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے یہودی مسیحیوں نے رومیوں سے لڑنے کے لیے اپنی رفاقت کو ترک کر دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں ''جو نکلے تو ہم ہی میں سے مگر ہم میں سے تھے نہیں۔'' اپنے پہلے اقرار کے برعکس کہ یسوع مسیح ہے وہ داؤد سے زیادہ ابی سلوم کے وفادار رہے، یعنی وہ یسوع مسیح کی بجائے ہیکل کے کاہنوں کے زیادہ وفادار رہے۔

اِس لیے وہ ''مخالفِ مسیح'' تھے اُنھوں نے اُن لوگوں کی حمایت کی جنھوں نے یسوع کے مسیح ہونے کا انکار کیا۔

الٰہی شریعت اِس بات کو واضح کرتی ہے کہ اسرائیل کے کسی بھی قبیلے کا رُکن ہونا خالصاً نسبی معاملے کی بجائے ایک قانونی معاملہ تھا۔ مثال کے طور پر ایک حقیقی نسلی یہودی اگر وہ قربانی کی شریعت کی خلاف ورزی کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو وہ اپنے قبیلے کی رکنیت کھو دے گا۔ احبار ۱۷:۳اور۴ میں لکھا ہے۔

> ''اسرائیل کے گھرانے کا جو کوئی شخص بیل یا برّہ یا بکرے کو خواہ لشکر گاہ میں یا لشکر گاہ کے باہر ذبح کرکے۔ اُسے خیمۂ اجتماع کے دروازہ پر خُداوند کے مسکن کے آگے خُدا کے حضور چڑھانے کو نہ لے جائے اُس شخص پر خون کا الزام ہوگا کہ اُس نے خون کیا ہے اور وہ شخص اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے۔''

دُوسرے لفظوں میں شریعت حسب نسب پر فوقیت رکھتی ہے۔ اِس گناہ کا مرتکب خُدا کی عدالت میں اپنے دفاع میں اپنے حقیقی حسب نسب کو پیش نہیں کرسکتا تھا۔ اگر وہ مجرم ہے تو اُسے اُس قبیلے میں سے کاٹ دیا جائے گا۔ اُسے خارج کر دیا جائے گا اور وہ بادشاہی میں اپنا مقام کھو دے گا۔

یہ قانون عہدِ جدید میں یسوع مسیح کی قربانی میں پورا ہوا۔ اُسے ''خیمہ کے باہر'' مصلوب کیا گیا۔ کوئی بھی جو ''خیمہ'' (یا ہیکل) میں مناسب طور پر خون نہیں لاتا وہ ''اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا'' جاتا تھا۔ ۱۔ کرنتھیوں ۳:۱۶ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ ''تم خُدا کا مقدس ہو''۔ یوں نئے عہد کے تحت یسوع کے خون کو لازماً ہیکل میں پیش کیا جانا چاہیے جو کہ ہمارا بدن ہے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو وہ شخص خارج کر دیا جائے گا اور وہ قانونی طور پر یہوداہ کے قبیلے کا نہیں رہے گا۔

عہدِ جدید میں کاہنوں نے خُدا کے بّرے کو زیتون کے پہاڑ یعنی ''خیمہ کے باہر'' قربان کیا۔شریعت میں یہ پیشین گوئی کی گئی تھی اِس لیے اُنھوں نے ایسا کیا۔اگر ہارون کے کاہنوں کی بجائے رومی یہ کرتے تو وہ پیشین گوئی ناکام ہو جاتی تھی،اور ہم اب بھی اپنے گناہوں اور خطاؤں میں مرتے۔اِس لیے پطرس نے اعمال ۲:۳۶ میں واضح طور پر کہا کہ ''پس اسرائیل کا سارا گھرانا یقین جان لے کہ خُدا نے اُسی یسوع کو جسے تم نے مصلوب کیا خُداوند بھی کیا اور مسیح بھی۔اِس کو اعمال ۴:۱۰ اور دُوسرے بہت سے حوالوں میں دہرایا گیا ہے۔

یہ لازم تھا کہ یسوع کو مصلوب کیا جاتا کیوں کہ یہ الٰہی منصوبے کا حصہ تھا۔اِس کے بغیر ہم کبھی بھی گناہ کی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتے تھے،کیوں کہ وہ ہمارا حقیقی فسح کا بّرہ ہے۔اصل سوال یہ ہے کہ ہم اُس کی قربانی کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟ کیا ہم اُس کے خون کو اپنے ''خیمہ'' (پیشانی) پر لگاتے ہیں؟ کیا ہم اُس کی قربانی کو اپنے بدن کی ہیکل میں لاتے ہیں؟اگر مسیح کی قربانی کو مناسب طور پر قبول نہیں کیا گیا تو پھر ہمارا حسب نسب یہوداہ کے قبیلہ میں ہماری شہریت برقرار رکھنے میں ہماری مدد نہیں کر سکتا۔شریعت حسب نسب پر فوقیت رکھتی ہے۔

اِسی وجہ سے یہوداہ کے قبیلہ سے وہ نسلی یہودی جنھوں نے اِس قربانی کی شریعت کی خلاف ورزی کی ''اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالے جائیں گے۔'' قانونی طور پر وہ بالکل یہودی نہیں ہیں،کم از کم وہ خُدا کی نظر میں تو بالکل بھی نہیں ہیں قطع نظر زمین پر لوگ اُنھیں کیا کہتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ پولس رومیوں ۲:۲۸،۲۹ میں قانونی اصطلاح میں ''یہودی'' کی وضاحت کرتا ہے۔

> ''کیوں کہ وہ یہودی نہیں جو ظاہر کا ہے اور نہ وہ ختنہ ہے جو ظاہری اور جسمانی ہے۔بلکہ یہودی وہی ہے جو باطن میں ہے اور ختنہ وہی ہے جو دِل کا اور رُوحانی ہے نہ کہ لفظی۔''

یوحنا مکاشفہ ۳:۹ میں دوبارہ اِس بارے میں بات کرتا ہے،جہاں وہ اُن لوگوں کے ساتھ سخت اختلاف کرتا ہے جو اپنی نسل اور ہیکل کے کاہنوں کے ساتھ اپنے مضبوط تعلقات کی بنیاد پر یہودی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

> ''دیکھ میں شیطان کے اُن جماعت والوں کو تیرے قابو میں کر دُوں گا جو اپنے آپ کو یہودی کہتے ہیں اور ہیں نہیں بلکہ جھوٹ بولتے ہیں۔دیکھ میں ایسا کروں گا کہ وہ آ کر

تیرے پاؤں میں سجدہ کریں گے اور جانیں گے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ یہودی مسیحی اقلیت میں تھے اور اِس بات کا تعین کرنے کے لیے مناسب نہیں کہ کون یہودی یعنی یہوداہ کے قبیلے سے ہے اور کون نہیں ہے۔ اِس بات کے لیے سب سے اہم عنصر یہ ہے کہ کون یہوداہ کے ببّر کی پیروی کرتا ہے اور کون اُن غاصبوں کی پیروی کرتا ہے جو اپنے لیے حکومت کے عصا کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو غاصبوں کی پیروی کرتے ہیں وہ اِس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ یسوع خُدا کا برّہ ہے جو دُنیا کا گناہ اُٹھالے جاتا ہے۔ لہٰذا وہ اُس کی قربانی کے خون کا دُرُست اطلاق نہیں کرتے جیسا کہ شریعت اِس کا تقاضا کرتی ہے۔ اِس لیے وہ قبیلے سے کاٹ ڈالے جائیں گے، کم ازکم اُس وقت تک جب تک وہ قربانی کی شریعت کی دُرُست تعمیل نہیں کرتے۔

وہ لوگ جو یسوع مسیح پر ایمان لاتے ہیں یہ وہی ہیں جنھیں خُدا یہوداہ کے حقیقی قبیلے اور دُوسرے تمام نسلی گروہوں سمیت تسلیم کرتا ہے، جو قربانی کی شریعت پر عمل کر کے اور یسوع مسیح کو خُدا کے برّے اور یہوادہ کے بادشاہ کے طور پر قبول کر کے قبیلے میں شامل ہوتے ہیں۔ جسے لوگ ''کلیسیا'' کہتے ہیں اصل میں وہ یہوداہ کا قبیلہ ہے۔ اِس قبیلے کا آغاز پنتکست پر نہیں ہوا اور نہ ہی یہ کہنا چاہیے کہ کلیسیا نے یہوداہ کی جگہ لے لی۔ ایسی کوئی بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ بالاخانہ پر موجود شاگرد اور بعد میں تبدیل ہونے والے راست باز وہ تھے جو قبیلے سے کاٹے نہیں گئے۔ اُنھوں نے قربانی کا خون اپنے بدن کی ''ہیکل'' پر لگایا، اور اِسی بنیاد پر یا تو اُنھوں نے یہوداہ کے قبیلے کی شہریت برقرار رکھی یا وہ اُس کے شہری بن گئے۔

باقی لوگوں کو قبیلے سے کاٹ دیا گیا، حالاں کہ اُنھوں نے غیر قانونی طور پر اُس نام کو اپنے ساتھ منسوب رکھا اور دُنیا میں بہ طور ''یہودی'' جانے جاتے رہے۔ لیکن ہمیشہ اِس بات کو ذہن میں رکھیں کہ کسی چیز کے بارے میں خُدا اور انسان کی تعریف میں فرق ہوتا ہے۔ یہ دونوں تعریفیں ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ شاید یہ بات بہت سے لوگوں کو تذبذب کا شکار کر دے، لیکن ہمیشہ ذہن میں رکھیں کہ داؤد اور ابی سلوم کے مابین تنازعے کا مرکزی نقطہ یہی ہے۔ لوگوں کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ کون ممسوح (مسیح) بادشاہ ہے۔ بشارتی اور پینتی کاسٹل مسیحیوں کی طرف سے یہودیوں کو ملنے والی حمایت کو دیکھتے ہوئے یہ بات واضح ہے کہ اِس کا جواب اتنا آسان نہیں

جتنا کہ یہ نظر آتا ہے۔

یہ تنازعہ اُس تناظر کا حصہ ہے جس نے مخالفِ مسیح کے سوال کو پیدا کیا۔ داؤد اور ابی سلوم کے درمیان تصادم مسیح اور مخالفِ مسیح کے درمیان تصادم ہے۔ اور اِس تصادم کا ایک اہم حصہ یہ ہے کہ یہودی (یہودیت) کہلانے کا حق کس کے پاس ہے۔

مخالفِ مسیح کا دُوسرا بائبلی حوالہ ہم صرف یوحنا کے دُوسرے خط کی ساتویں آیت میں دیکھتے ہیں۔

''کیوں کہ بہت سے ایسے گمراہ کرنے والے دُنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں جو یسوع مسیح کے مجسم ہو کر آنے کا اقرار نہیں کرتے ۔ گمراہ کرنے والا اور مخالفِ مسیح یہی ہے۔''

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ''مخالفِ مسیح'' گمراہ کرنے والا بھی ہے۔ یہ ایک اسمِ مشترک ہے جو ''بہت سے گمراہ کرنے والوں'' کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی جو ''مسیح کے مجسم ہو کر آنے کا اقرار نہیں کرتے''۔ اِس طرح مخالفِ مسیح لوگوں کا ایک اجتماعی گروہ ہے نہ کہ ایک فردِ واحد جیسا کہ یہ ابی سلوم کے دنوں میں تھا۔ ابی سلوم عہدِ عتیق کا ایک نمونہ ہے، لیکن نئے عہد نامہ میں اِس کی تکمیل لوگوں کے ایک گروہ کی صورت میں ہوئی۔ اور آج کی حتمی تکمیل بھی وہی ہے۔

بائبل کے اِس تصادم کو جاننا ہی دانی ایل کے ستر ہفتوں کی مناسب تفہیم حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ نظریہ ادواریت کے ماننے والوں کے مطابق سات سالہ مصیبت کے دوران ایک طاقت ور راہنما ''مخالفِ مسیح'' حکومت کرے گا اور اُن کے اِس مفروضے کی بنیاد اِس بات پر ہے کہ دانی ایل کا سترواں ہفتہ ابھی پورا نہیں ہوا اور یسوع مسیح کو ہفتے کے وسط میں مصلوب کیا گیا، اُس وقت سے خُدا کی نبوتی ''گھڑی'' کو ایک عارضی فضل کے دَور کے لیے روک دیا گیا جس کے دوران کلیسیا کو مسیح کو قبول کرنے کا موقع دیا گیا۔

یہ اِس بات کو فرض کرتا ہے کہ کلیسیا یہوداہ نہیں اور یہودی اسرائیل ہیں ۔ مسیحیت میں اتنے غلط مفروضے شامل ہو چکے ہیں کہ ایک کتاب میں اُن سب کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ یہ معاملات از حد مشکل ہو چکے ہیں کیوں کہ نظریہِ ادواریت کی تعلیمات پچھلی ڈیڑھ صدی سے مسیحی ثقافت میں سرایت کر چکی ہیں، اور اب اُن

کوغلط ثابت کرنے کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔

داوٗد اور ابی سلوم کی کہانی کو جاننے کے ساتھ ساتھ مخالفِ مسیح کی بائبلی تعریف کو جاننا اُن عظیم کنجیوں میں سے ایک ہے جسے ہماری آنکھوں میں بہ طور ''سرمہ'' (مکاشفہ ۳:۱۸) لگایا جا سکتا ہے، تا کہ ہم دیکھ سکیں کہ اصل میں بائبل اِن چیزوں کے بارے میں کیا کہتی ہے۔ یوں ہم جان سکتے ہیں کہ ہم کیسے داوٗد کی فوج میں شامل ہو سکتے اور نادانستہ طور پر ابی سلوم کی فوج کا حصہ بننے یا داوٗد کو دھوکا دینے والے اخیتفل کا کردار ادا کرنے سے بچ سکتے ہیں۔

باب ٦

مصیبت کیا ہے؟

جدید نظریہ ادواریت کے ماننے والوں نے یہ سکھایا کہ سات سالہ تباہی اور عدالت کا وقت آئے گا۔ یہ بنیادی طور پر اِس تصور پر مبنی ہے کہ جب یسوع کو مصلوب کیا گیا تو اسرائیل کے لیے تاریخ کی ''گھڑی'' رُک گئی۔ وہ قیاس کرتے ہیں کہ یہ اس لیے رک گئی کیوں کہ یہودیوں نے مسیح کو ردّ کیا اِس لیے خُدا نے غیر قوموں پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے ایک عارضی ''فضل کا دَور'' مقرر کیا۔

وہ کہتے ہیں کہ ''غیر اقوام'' کا زمانہ اُن کے ''اُٹھا لیے جانے'' کے ساتھ ختم ہو جائے گا جب دانی ایل کے سترویں ہفتے اور ''بڑی مصیبت'' کا آغاز ہو جائے گا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مخالفِ مسیح سات سالہ مصیبت کے آغاز میں آئے گا، جب کہ کچھ دُوسرے لوگوں کے مطابق وہ مصیبت کے وسط میں آئے گا۔

یہ نظریہ کہ وہ ''گھڑی'' دانی ایل کے سترویں ہفتے کے آغاز میں (یا اِس کے وسط میں) رُک گئی تھی پورے طور پر اِس بات پر منحصر ہے کہ دانی ایل کے ستر ہفتے ابھی تک مکمل نہیں ہوئے۔ اِس نظریہ کے ماننے والے قیاس کرتے ہیں کہ یسوع کو دانی ایل کے سترویں ہفتے کے وسط میں مصلوب کیا گیا، اور اُس نے خُدا کی تاریخ کی گھڑی کو روک دیا جو فضل کے زمانے کے اختتام پر دوبارہ شروع ہوگی۔ لیکن تاریخ خود یہ ثابت کرتی ہے کہ یسوع کو دانی ایل کے سترویں ہفتے کے اختتام پر مصلوب کیا گیا، لہٰذا دانی ایل کا ستر واں ہفتہ مصیبت کو ثابت کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن مصیبت کا تصور اپنی ذات میں کیا ہے؟ کیا مصیبت کے ایک وقت کا آنا باقی ہے، چاہے وہ نظریہ ادواریت کے ماننے والوں کے نقطہ نظر پر مبنی ہو یا نہ ہو؟ اگر ایسا ہے تو یہ کب آئے گا؟ یہ کتنا عرصہ رہے گا اِس کا کیا مقصد ہے؟

مصیبت کے متعلق شریعت کی تعلیمات

اِس کے سب سے بہتر آغاز کے لیے ہمیں احبار ۲۶ باب اور استثنا ۲۸ باب میں بیان کی گئی مصیبت کی شریعت پر غور کرنا پڑے گا۔ یہ اُن قوانین اور وجوہات کے مطابق ہے جن کی بنا پر خُدا نے پوری تاریخ میں اسرائیل کی عدالت کی۔

سب سے پہلے احبار ۲۶: ۱- ۱۳ میں الٰہی شریعت کی فرماں برداری کی برکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہم ۱۴-۱۶ آیات میں پڑھتے ہیں۔

> ''لیکن اگر تم میری نہ سنو اور اِن حکموں پر عمل نہ کرو۔ اور میری شریعت کو ترک کرو اور تمھاری رُوحوں کو میرے فیصلوں سے نفرت ہو اور تم میرے سب حکموں پر عمل نہ کرو بلکہ میرے عہد کو توڑو۔ تو میں بھی تمھارے ساتھ اِس طرح پیش آؤں گا کہ دہشت اور تپِ دق اور بخار کو تم پر مقرر کر دُوں گا جو تمھاری آنکھوں کو چوپٹ کر دیں گے اور تمھاری جان کو گھلا ڈالیں گے اور تمھارا بیج بونا فضول ہو گا کیوں کہ تمہارے دشمن اُس کی فصل کھائیں گے''۔

اِس کے بعد خُدا کی شریعت کو نہ ماننے اور خُدا کے خلاف ہونے پر الٰہی عدالت کی ایک طویل فہرست کا ذکر کیا گیا ہے۔ اِن آیات میں مختلف مقامات پر اسرائیل کو خبردار کیا گیا کہ اگر وہ خُدا کا حکم نہیں مانتے اور اُس کی مخالفت کرتے ہیں تو خُدا اُنھیں ''سات گنا'' سزا دے گا، جیسا کہ ہم ۲۳ اور ۲۴ آیات میں پڑھتے ہیں۔

> ''اور اگر اِن باتوں پر بھی تم میرے لیے نہ سدھرو بلکہ میرے خلاف ہی چلتے رہو۔ تو میں بھی تمھارے خلاف چلوں گا اور میں آپ ہی تمھارے گناہوں کے لیے تم کو اور سات گناہ ماروں گا''۔

اگر اسرائیلی مسلسل فرماں برداری سے انکار کرتے ہیں تو وہ غیر ملکی سرزمین میں پراگندہ بھی ہو سکتے تھے۔

> ''اور میں تم کو غیر قوموں میں پراگندہ کر دُوں گا اور تمھارے پیچھے پیچھے تلوار کھینچے رہوں گا

اور تمھارا ملک سونا ہو جائے گا اور تمھارے شہر ویرانہ بن جائیں گے'' (احبار ۲۶:۳۳)۔

استثنا ۲۸:۴۸ میں اِسے ''لوہے کا جوا'' کہا گیا ہے۔ ایک بار پراگندہ ہونے کے بعد الٰہی عدالت کو ختم کرنے کا واحد راستہ توبہ تھا۔ احبار ۲۶:۴۰-۴۲ میں لکھا ہے۔

''تب وہ اپنی اور اپنے باپ کی اِس بدکاری کا اِقرار کریں گے کہ اُنھوں نے مجھ سے خلاف ورزی کر کے میری حکم عدولی کی اور یہ بھی مان لیں گے کہ چوں کہ وہ میرے خلاف چلے تھے۔ اِس لیے میں بھی اُن کا مخالف ہوا اور اُن کو اُن کے دشمنوں کے ملک میں لا چھوڑا۔ اگر اُس وقت اُن کا نامختون دِل عاجز بن جائے اور وہ اپنی بدکاری کی سزا کو منظور کریں۔ تب میں اپنا عہد جو یعقوب کے ساتھ تھا یاد کروں گا اور جو عہد میں نے اضحاق کے ساتھ اور جو عہد میں نے ابرہام کے ساتھ باندھا تھا اُن کو بھی یاد کروں گا اور اِس ملک کو یاد کروں گا''۔

اِس بات پر غور کریں کہ اِس سے پہلے کہ خُدا اُن کی اسیری کو ختم کرے اُنھیں شریعت دینے والے یہوواہ کی مخالفت سے توبہ کرنے کی ضرورت تھی۔ یسوع مسیح کی مخالفت یہوواہ خُدا کی مخالفت تھی۔

یسوع یہوواہ ہے

سب سے پہلے اِس بات کو سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ عہدِ عتیق کا یہوواہ بیت لحم میں بہ طور یشوع (یسوع) مجسم ہوا۔ عبرانی کے اِس نام کا مطلب ''نجات'' ہے اور یہ کلامِ مقدس میں کئی ایک مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر جب شمعون نے یسوع کو جو ابھی بچہ ہی تھا دیکھا اور اُس کے بارے میں رُوح القدس نے اُسے پہلے سے ہی آگاہی دے دی تھی، اُسے دیکھ کر اُس نے کہا۔

''اے مالک اب تو اپنے خادم کو اپنے قول کے موافق سلامتی سے رخصت کرتا ہے۔

کیوں کہ میری آنکھوں نے تیری نجات (یشوع) دیکھ لی ہے'' (لوقا ۲:۲۹)۔

شمعون نے رُوح القدس کی آگاہی کے وسیلے اِس بات کو جان لیا کہ مسیح کا نام یشوع ہوگا، اور اُس پر یہ بھی ظاہر کر دیا گیا کہ جب تک وہ خُداوند کے مسیح کو نہ دیکھ لے موت کو نہ دیکھے گا۔ اِس لیے جب مریم اور

یوسف یسوع (یشوع) کو ہیکل میں لائے تو شمعون انتظار کر رہا تھا، کیوں کہ وہ اِس بات کو جانتا تھا کہ اُسے شریعت کے مطابق ہیکل میں لایا جائے گا۔

یسوع خود بھی جانتا تھا کہ صحائف میں اُس کے نام کے بارے میں پیشین گوئی کی گئی ہے۔ یوحنا ۷:۳۷ میں یسوع نے کہا ''پھر عید کے آخری دن جو خاص دِن ہے یسوع کھڑا ہوا اور پکار کر کہا اگر کوئی پیاسا ہو تو میرے پاس آ کر پیئے۔'' یہ یسعیاہ ۱۲:۲،۳ کا حوالہ ہے جہاں لکھا ہوا ہے۔

''دیکھو خُدا میری نجات ہے۔

میں اُس پر توکل کروں گا اور نہ ڈروں گا

کیوں کہ یاہ یہوواہ میرا زور اور میرا سرود ہے

اور وہ میری نجات ہوا ہے۔''

بالفاظ دیگر، یہوواہ یسوع بن گیا جس سے ہم رُوح القدس کے پانی کو لے سکتے ہیں تا کہ وہ ہمارے اندر زندہ پانی کے چشمے بن جائے۔ یسعیاہ اصل میں خروج ۱۵:۲ کا اقتباس کر رہا تھا، جہاں لکھا ہے۔

''خُداوند میرا زور اور راگ ہے۔

وہی میری نجات بھی ٹھہرا۔

وہ میرا خُدا ہے۔ میں اُس کی بڑائی کروں گا

وہ میرے باپ کا خُدا ہے میں اُس کی بزرگی کروں گا۔''

چوں کہ یہوواہ نے ہی موسیٰ کو شریعت دی، اِس لیے یہ ظاہر ہے کہ اسرائیل کو شریعت اُس کے وسیلے دی گئی جسے بعد میں یسوع مسیح کہا گیا۔ لہٰذا جب ہم مصیبت کے متعلق شریعت میں دیکھتے ہیں کہ جب اسرائیل نے یہوواہ کے خلاف دشمنی کی تو اصل میں وہ یشوع یعنی یسوع مسیح کے خلاف دشمنی کر رہے تھے۔

یہی مصیبت کا سبب تھا، اور اِس مصیبت کو ختم کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ یشوع یعنی یسوع کی دشمنی کو ختم کیا جائے۔ مصیبت کی وجہ کو حقیقی طور پر سمجھنے کا اِس کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں جب تک اِس بات کو نہ سمجھ لیا جائے کہ اِس کا تعلق یسوع مسیح سے دشمنی ختم کرنے سے ہے۔

دُوسری طرف جدید یہودی مائل مسیحی پرانی سرزمین میں واپس جانے کی کوشش کرتے ہیں، اور یسوع

کے خلاف دشمنی کی حالت میں رہتے ہوئے اِس کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یقیناً وہ یہوواہ کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن اگر ایسا ہوتا تو خُدا کبھی بھی اُنھیں ملک بدر کر کے پراگندہ نہ کرتا اور ستر (۷۰) عیسوی میں یروشلیم کو برباد نہ کرتا۔ ہم ۱۔ یوحنا ۲: ۲۲، ۲۳ میں پڑھتے ہیں۔

> ''کون جھوٹا ہے سوا اُس کے جو یسوع کے مسیح ہونے کا انکار کرتا ہے؟ مخالفِ مسیح وہی ہے جو باپ اور بیٹے کا انکار کرتا ہے۔ جو کوئی بیٹے کا انکار کرتا ہے اُس کے پاس باپ بھی نہیں۔ جو بیٹے کا اِقرار کرتا ہے اُس کے پاس باپ بھی ہے۔''

عہدِ جدید کے نقطہ نظر سے کوئی بھی بیٹے (یشوع) کا اقرار کیے بغیر باپ کے اپنے ساتھ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ وہ دونوں ایک ہیں۔ یسوع کے خلاف دشمنی یہوواہ کے خلاف دشمنی ہے، چاہے لوگ اِسے سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہودیوں کی شریعت کے تحت پراگندگی آج تک حل نہیں ہو سکی۔ احبار ۲۶ باب میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ خُدا تب ہی اپنے عہد کو یاد کرے گا جب تک اسرائیلی یہوواہ (یعنی یسوع مسیح) سے اپنی دشمنی کا اعتراف نہیں کرتے۔

مصیبت اور یہودی بغاوت

متی چوبیسویں باب کی پیشین گوئیوں کا زیادہ تر حصہ ۶۶-۷۳ عیسوی میں ہونے والی یہودی بغاوت کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مصیبت سے متعلق ہے۔ یہ سلسلہ اُس وقت شروع ہوا جب ۶۶ عیسوی میں لوگ عیدِ خیام کی تقریب میں شرکت کرنے کے لیے یروشلیم جا رہے تھے۔ لوگ لڑے اور اُنھوں نے روم کی ساتویں سپاہ (7th Legion) کو تقریباً ختم کر دیا، اِس کے بعد روم کی طرف سے جوابی کاروائی کی گئی۔

بہت سے پُر جوش یہودیوں کا خیال تھا کہ خُدا اُنھیں اور اپنی ہیکل کو بچانے کے لیے مجبور ہو جائے گا، اِس لیے وہ آخر تک لڑنے کے لیے پُرعزم تھے۔ اُن کا یہ جوش تباہ کن ثابت ہوا۔ تاہم مسیحیوں کو یاد تھا کہ مسیح نے متی ۲۴ باب میں اپنے انتباہات میں کیا کہا تھا۔ اڑسٹھ (۶۸) عیسوی میں نیرو کی موت کی وجہ سے اِس لڑائی میں کچھ دیر کے لیے توقف آیا، تو مسیحی یروشلیم کو چھوڑ کر دریائے یردن کے پار پیلا (Pella) کے قصبے میں آباد ہو گئے۔ اِس کے بارے میں ہم چوتھی صدی کے قیصریہ کے بشپ یوسیبئیس (Eusebius) کی کتاب <u>History of the Church</u> میں پڑھتے ہیں:

''مزید برآں، یروشلیم کی کلیسیا کے اراکین کو وہاں کے قابلِ اعتبار اشخاص کے وسیلے رُوح القدس کی وساطت سے آگاہی ہوئی کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے شہر کو چھوڑ کر پیلا نامی قصبے میں بسیرا کیا جائے۔''

یروشلیم کی تباہی اور اِس بغاوت کی مکمل تفصیل کے لیے آپ میری کتاب Lessons from Church History, Vol 2 جس کا عنوان ''یہودی بغاوتیں'' ہے اُس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

بعض مکاتبِ فکر یہ خیال کرتے ہیں کہ متی ۲۴ باب میں بیان کی گئی تمام پیشین گوئیاں ۶۶-۷۳ عیسوی میں ہونے والی یروشلیم کی تباہی میں پوری ہو گئیں ہیں۔ وہ اِس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہیں کہ یروشلیم کو اِس کے بعد کئی بار (ایک سے زیادہ مرتبہ) دوبارہ تعمیر کیا گیا اور اِس کا مطلب ہے کہ یروشلیم کو یرمیاہ کی پیشین گوئی کی تکمیل کے لیے ایک اور مصیبت کے دَور سے گزرنا ہوگا۔ یاد کریں نبی کو حکم دیا گیا کہ وہ مٹی کی پرانی صراحی کو لے اور اُسے حنوم میں توڑ ڈالے۔ ہم یرمیاہ ۱۹: ۱۰، ۱۱ میں پڑھتے ہیں۔

''تب تو اُس صراحی کو اُن لوگوں کے سامنے جو تیرے ساتھ جائیں گے توڑ ڈالنا۔ اور اُن سے کہنا کہ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں اِن لوگوں اور اِس شہر کو ایسا توڑوں گا جس طرح کوئی کمہار کے برتن کو توڑ ڈالے جو پھر دُرست نہیں ہو سکتا اور لوگ توفت میں دفن کریں گے یہاں تک کہ دفن کرنے کو جگہ نہ رہے گی۔''

یرمیاہ کے دنوں میں شہر کو تباہ کر دیا گیا تھا، لیکن بعد میں نحمیاہ کے وسیلے اِس کی دوبارہ ''مرمت'' کی گئی۔ ستر (۷۰) عیسوی میں رومیوں نے اُسے پھر تباہ کر دیا، لیکن بعد میں اِسے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ اِس تحریر کے مطابق آج یہ ایک فعال شہر ہے جسے صدیوں میں کئی بار تعمیر کیا گیا۔

لہٰذا یرمیاہ کی پیشین گوئی کی حتمی تکمیل ہونا ابھی باقی ہے۔ اِس لیے جب حامیِ یہودیت کا تجربہ اپنے انجام کو پہنچے گا تو یروشلیم کو لازمی ایک بار پھر تباہ ہونا پڑے گا۔

کیا یہ دوبارہ سات سالہ مصیبت کا دَور ہوگا، جیسا کہ پہلی صدی میں تھا؟ میں اِس بارے میں نہیں جانتا، لیکن اگر ایسا ہوا تو یہ اِس لیے ہوگا کہ یہ نمونہ پہلی صدی میں قائم کیا گیا، نہ کہ دانی ایل کے سترویں ہفتے کو موخر کیا

گیا تھا۔ہم جانتے ہیں کہ نبوتی تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے،لہٰذا یہ ممکن ہے کہ ہم ۶۶ - ۷۳ عیسوی کے دَور کی طرح ایک سات سالہ مصیبت کا دَور دیکھیں۔لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یسعیاہ ۲۹: ۵، ۶ بہ ظاہر کسی جوہری آلے کی بدولت ایک اچانک تباہی کی نشان دہی کرتا ہے،اور پولس ا۔تھسلنیکیوں ۵: ۳ میں اِس کی تصدیق کرتا ہے۔

سب سے اہم چیز اِس بات کو دیکھنا ہے کہ یروشلیم کو مکمل تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ بات اہم نہیں کہ اِس میں کتنا وقت لگے گا۔نظریہ ادواریت کے ماننے والے یہ تعلیم دیتے ہیں کہ آنے والے زمانے میں یروشلیم خُدا کی بادشاہی کا مرکز ہوگا، لیکن وہ یرمیاہ کی پیشین گوئی کے مطابق یروشلیم کی مکمل تباہی پر غور نہیں کرتے۔مزید برآں جب ہم گلتیوں ۴ باب میں پولس کی دوعہود کے متعلق کی گئی بحث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ پرانا یروشلیم ''ہاجرہ'' ہے جسے نکالنا از حد ضروری ہے۔ ہاجرہ کبھی بھی خُدا کی بادشاہی کو لانے کا سبب نہیں بن سکتی کیوں کہ اسمٰعیل وعدوں کا فرزند نہیں ہے(گلتیوں ۴: ۳۰)۔

لکڑی اور لوہے کا جُوَا

مصیبت کی شریعت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اِس میں جوئے کی اصطلاح کو اسیری یا غلامی کے استعارے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔استثنا ۲۸: ۴۸ میں وعدہ کیا گیا کہ اگر قوم خُدا کے خلاف بغاوت کرتی ہے تو اُن پر ''لوہے کا جُوَا'' مسلط کر دیا جائے گا۔اِس جُوئے کو جنگ، تباہی اور قوم میں پراگندگی کے طور پر بیان کیا گیا۔موسیٰ نے لکڑی کے جوئے کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، بلکہ وہ اِسے یرمیاہ پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اِسے مکمل طور پر ظاہر کرے۔

خُدا نے نبی سے کہا کہ وہ اپنے کندھوں پر لکڑی کا جوَا ڈالے اور اِس نبوتی کلام کے ساتھ شہر کے گرد گھومے(یرمیاہ ۲۷: ۲)۔اُن الفاظ کا خلاصہ گیارھویں آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

> ''پر جو قوم اپنی گردن شاہِ بابل کے جوئے تلے رکھ دے گی اور اُس کی خدمت کرے گی اُس کو میں اُس کی مملکت میں رہنے دُوں گا خُداوند فرماتا ہے اور وہ اُس میں کھیتی کرے گی اور اُس میں بسے گی۔''

اِس بنیاد پر عدالت کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا تھا کہ ہیکل کوڑا کوؤں کی کھوہ (یرمیاہ ۷:۱-۶) (ایک محفوظ پناہ جہاں لوگ خُدا کی شریعت سے بچ سکیں) بنا دیا گیا تھا۔ لوگوں کو لکڑی یا لوہے کے جوئے میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ اگر وہ الٰہی عدالت کو قبول کرتے تو وہ لکڑی کے جوئے کے نیچے پرانی سرزمین میں اپنی سزا کاٹ سکتے تھے، جیسے اُن کے باپ دادا نے قضاۃ کی کتاب میں دُوسری اقوام کی ماتحتی میں اسیری کو کاٹا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اُنھیں لوہے کے جُوئے کے نیچے ملک بدر کر دیا جاتا۔

ہیکل کے بہت سے نبیوں اور کاہنوں نے یرمیاہ کی مخالفت کی، اور آخر کار حننیاہ نبی نے اُس جوئے کو توڑ دیا جسے یرمیاہ پہنے ہوئے تھا۔ یرمیاہ ۲۸: ۱۰ میں لکھا ہے۔

''تب حننیاہ نبی نے یرمیاہ نبی کی گردن پر سے جُوا اُتارا اور اُسے توڑ دیا۔''

پھر خُدا نے تیرھویں آیت میں یرمیاہ سے ایک نئے فیصلے کے وسیلے کلام کیا۔

''کہ جا اور حننیاہ سے کہہ کہ خُداوند یوں فرماتا ہے کہ تو نے لکڑی کے جُوؤں کو تو توڑا پر اُن کے عوض میں لوہے کے جُوئے بنا دیئے۔''

پھر نبی نے ایک خط لکھا جس میں لوگوں کو ہدایات دی گئیں کہ اُنھوں نے بابل میں لوہے کے جوئے کے نیچے جلاوطنی میں کیسے جینا ہے (یرمیاہ ۲۹ باب کا مطالعہ کریں)۔ یہ اسیری اُس سے کہیں زیادہ مشکل ترین تھی جو اسیری لکڑی کے جوئے کے وسیلے اُن پر آنی تھی اگر وہ الٰہی عدالت کو تسلیم کر لیتے۔ تاہم اُنھوں نے اُس اسیری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اِس معاملے میں وہ سراسر غلط تھے۔ وہ اِس بات پر اصرار کرتے رہے کہ خُدا ہمیشہ اپنے ''برگزیدہ لوگوں'' کی طرف سے لڑے گا اور وہ اپنی ہیکل کو کبھی بھی تباہ نہیں ہونے دے گا۔

یرمیاہ ۲۳ باب میں خُدا نے نبی پر ظاہر کیا کہ یروشلیم میں دو طرح کے لوگ ہیں، جنھیں انجیر کی دو ٹوکریوں سے ظاہر کیا گیا۔ ایک ٹوکری میں بہت اچھے انجیر تھے اور دُوسری ٹوکری میں نہایت خراب انجیر تھے۔ اچھے انجیر اُن لوگوں کی تصویر کشی کرتے ہیں جنھوں نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ خُدا کی مرضی ہے شاہِ بابل کو تسلیم کر لیا۔ لیکن خراب انجیروں نے اُسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

لہٰذا یہوداہ اور شہرِ یروشلیم کے لوگوں کو لوہے کے جوئے کے نیچے ستر سالہ اسیری کے لیے بابل میں بھیج دیا گیا۔

دریں اثنا، دانی ایل (اچھے انجیروں میں سے ایک) کو الٰہی کشف حاصل ہوا کہ یہ اسیری بہت طویل

ہونے والی ہے اور یہ کم از کم چار سلطنتوں تک پھیلے گی یعنی بابل، فارس، یونان اور روم۔

بالفاظ دیگر، بابل کی اسیری یہوداہ کے لوگوں کے لیے مصیبت کا محض پہلا مرحلہ تھا، بابل کے زوال کے بعد، فارسی تسلط میں آ گئے اور یہ یہوداہ کے ''لوہے کے جوئے'' کی اسیری کا خاتمہ تھا۔ تاہم یہ اسیری مکمل طور پر ختم نہ ہوئی، کیوں کہ وہ شاہِ فارس کے ماتحت رہے۔ یوں وہ اپنی پرانی سرزمین میں واپس آ کر لکڑی کے جوئے کی آسان عدالت کے نیچے رہتے ہوئے یروشلیم کو دوبارہ تعمیر کرنے کے قابل ہوئے۔

یہ حالت ۳۳۲ ق م میں یونانیوں کے یروشلیم پر قبضے کے بعد بھی جاری رہی۔ برسوں بعد ۱۶۳ ق م میں یہودیوں نے یونانی سلوکسی سلطنت کا تختہ اُس وقت اُلٹ دیا جب انطاکس اپی فینیس (Antiochus Epiphanes) نے ہیکل کی بے حرمتی کی، اور خُدا نے ایک صدی تک یہودیوں کو آزاد رہنے دیا۔ اُن کی آزادی کا وقت ۶۳ - ۱۶۳ ق م تھا۔

پھر رومیوں نے یروشلیم پر قبضہ کر لیا اور ''لوہے کی حکومت'' کے دَور کا آغاز ہوا۔ یہودی پہلی صدی میں بغاوت کرنے تک روم کے لکڑی کے جوئے کے نیچے رہے۔ خراب انجیروں کی بغاوت نے پھر قوم پر لوہے کا جُوا مسلط کر دیا، اور وہ بیسویں صدی تک قوموں میں تتر بتر کر دیئے گئے۔

یہ مصیبت کی تاریخ کا بنیادی خاکہ ہے۔ اگر ہم نے اِسے بائبلی شریعت کے سیاق و سباق میں نہ دیکھا تو مصیبت کے متعلق بیان کی گئی پیشین گوئیوں کو غلط سمجھنے اور اُن کے غلط اطلاق کا امکان موجود ہے۔

مصیبت کا سات گنا

اِس سے قبل ہم نے احبار ۲۶:۲۴ میں مصیبت کے بیان میں ''سات گنا'' کا ذکر کیا تھا۔ اگر اسرائیل خُدا کی شریعت کی خلاف ورزی کرتا ہے تو خُدا قوم کو ''سات گنا'' سزا دے گا۔ زیادہ تر لوگ سزا کی شدت کو سات گنا بڑھانے کا تصور پیش کرتے ہیں۔ لیکن دانی اِس کی تشریح شدت کی بجائے طوالت میں اضافے کے طور پر کرتا ہے۔ دانی ایل ۷:۲۵ کے ''چھوٹے سینگ'' کو ''ایک دَور اور دَوروں اور نیم دَور'' کی مدت دی گئی جو ''سات گنا'' کا نصف ہے۔

مکاشفہ کی کتاب میں یوحنا عارف ہمیں اُس ''چھوٹے سینگ'' کی سب سے واضح تعریف فراہم کرتا ہے، وہ اُسے ''بیالیس مہینے'' کے طور پر بیان کرتا ہے (مکاشفہ ۱۳:۵)۔ یوں ایک ''دور'' بارہ مہینے یا تین سو ساٹھ

(۳۶۰) دن یا طویل مدتی نبوت میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) سال ہیں۔

اِس طرح سات دَور ۲۵۲۰ (۷x۳۶۰) سال ہیں۔ اِسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل مقدس کے سب سے اہم ترین واقعات ۲۵۲۰ سالوں کے بعد اپنے انجام کو پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے اپنی کتاب The Prophetic History of the United States میں بتایا ہے کہ جدید تاریخ کے تمام اہم واقعات ۱۷۷۶ میں شروع ہوئے اور ۲۵۲۰ سالوں کے دَور میں واقع ہوئے۔

اسرائیل کی ''مصیبت'' ۷۴۵-۷۲۱ ق م میں شروع ہوئی، جب وہ اُسوریوں کے ہاتھ مغلوب ہونا اور اسیری میں جانا شروع ہوئے۔ پہلے قبائل پر فتح ۷۴۵ ق م میں شروع ہوئی، لیکن حقیقی سقوطِ سامریہ (یروشلیم کا دارالسطنت) ۷۲۱ ق م میں واقع ہوا۔

امریکہ اور اسرائیل کے درمیان ربط کو عمومی طور پر نہیں سمجھا جاتا، کیوں کہ زیادہ تر لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ یہودی اسرائیل ہیں۔ لیکن وقت کے ادوار اپنے آپ میں جھوٹ نہیں بولتے۔ وقت ایک عظیم مواصل ہے اور جتنا لوگ سمجھتے ہیں وہ اُس سے کہیں زیادہ سچائی کو قائم کرتا ہے۔ اسرائیل کی اسیری کا آغاز اُسور میں اُن کے تتر بتر ہونے سے شروع ہوا اور امریکہ کی آزادی کے اعلان کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، جہاں نام نہاد ''کھوئے ہوئے قبائل'' نے دوبارہ اکٹھے ہونے شروع کر دیا۔ دُوسرا اسرائیل کے دارالسطنت (سامریہ) کی تباہی سے لے کر امریکہ کے دارالخلافہ (واشنگٹن ڈی سی) کی تعمیر تک بھی ۲۵۲۰ سال کا عرصہ ہے۔





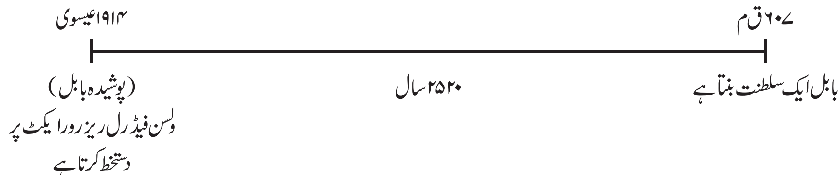
یقیناً دُوسرا ۲۵۲۰ سالوں کا دَور یروشلیم سے متعلق ہے جو یہوداہ کی جنوبی سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ یہاں ایک بار پھر ہم اِس طویل مدتی (بڑی) مصیبت کے ۲۵۲۰ سالوں میں مطابقت دیکھتے ہیں۔



اِس معاملے میں ہم دیکھتے ہیں کہ برطانوی جنرل ایلن بی (Allenby) نے ۱۹۱۷ء میں پہلی جنگ

عظیم کے خاتمے کے قریب یروشلیم کوسلطنتِ عثمانیہ (جدید ترکی) سے چھین لیا۔ اِس سے فلسطین برطانوی کنٹرول میں آ گیا، جس نے تیس سال بعد یہودی ریاست کے قیام کے حالات کوجنم دیا۔

اُسی وقت ہم ۱۹۱۴ء میں فیڈرل ریزورسسٹم کی صورت میں ایک نئے بابلی عروج کو دیکھتے ہیں۔ یہ مکاشفہ کی پیشین گوئی کے مطابق بابلی اسیری کی ایک نئی شکل تھی۔



بیسویں صدی کا زیادہ تر حصہ اِس مالیاتی حیوان کی زمین پرحکمرانی کے ساتھ گزرا (مکاشفہ ۱۳:۱۱)۔ یہ مشرق اورمغرب دنوں اطراف میں مضبوط ہوگیا۔ نجی بینکنگ پر مسلط خاندانوں نے پچھلی صدی میں مسلسل اپنی طاقت اوراختیار میں اضافہ کیااوروہ ایک خفیہ بغاوت کوقائم کرنے میں کامیاب ہوگئے جس نے امریکہ اور درحقیقت پوری دُنیا کے مالیاتی نظام کواپنے قبضہ میں کرلیا۔

فیڈرل ریزرو بینک کے نجی مالکان نے مشرق میں لینن، ٹراٹسکی اور دیگر روسی انقلابیوں کو مالی امداد فراہم کی، تاکہ غلامی کی ایک نئی شکل کوقائم کیا جا سکے جسے کمیونزم کہا جا تا ہے۔ یوں ایک نام نہاد انقلاب ۷نومبر ۱۹۱۷ءکوایلن بی کے یروشلیم پر قبضے سے چند ہفتے قبل کامیاب ہوا۔ اُس دن کو بعد میں سوویت یونین میں یومِ انقلاب کے طور پرمنایا گیا۔

لہٰذا بیسویں صدی کا زیادہ تر حصہ یہوداہ اور یروشلیم کی اسیری کے ۲۵۲۰ سالوں کے دَورکو دہرانے میں گزرا۔ یہ انقلاب کی سترویں سال گرہ کے موقع پر اختتام پذیر ہونا شروع ہوا، جب سوویت صدر گورباچوف (Gorbachev) نے ۷ نومبر ۱۹۸۷ء کو سپریم سوویت کے سامنے اپنی مشہور تقریر پیش کی۔ اِس تقریر نے خاتمے کا آغاز کیااور چند سالوں کے اندر سوویت یونین کا وجود ختم ہو گیا۔

یہ ہمارے لیے بہت اہم ہے کیوں کہ ۱۹۸۷ء بھی ۵۳۴ ق م میں یہوداہ کی ستر سالہ اسیری کے خاتمے کے ۲۵۲۰ سال بعد تھا۔ یہوداہ کے قیدیوں کی رہائی نے سوویت روس کے ظلم وستم سے مشرقی یورپ کے لوگوں

کی رہائی میں اپنی پیشین گوئی کی مطابقت دیکھی۔

لہٰذا ۱۹۱۷ء-۱۹۸۷ء تک سوویت یونین میں کمیونزم کے تحت جدید ستر سالہ اسیری یروشلیم کی بابل کی اسیری کے ۶۰۴-۵۳۴ ق م کے ٹھیک ۲۵۲۰ سال بعد ہوئی۔ مصیبت کے ''سات دوروں'' کو سمجھنے سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ زمین کا ایک بڑا حصہ ''لوہے کے جوئے'' کی مصیبت کے نیچے رکھا گیا، جسے ونسٹن چرچل نے ''لوہے کا پردہ'' کہا تھا۔

باب ۷

دو یروشلیم اور دو مقدِس

کلامِ مقدس میں یروشلیم اور دو مقدسوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلا زمینی اور مادی جب کہ دُوسرا آسمانی اور رُوحانی ہے، دونوں شہر یروشلیم کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ دونوں مقدِسوں کے لیے ''ہیکل'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ اِس بات کو جاننا ہمارے لیے بہت اہم ہے کہ کلام کے کس حصے میں کس کے بارے میں بات کی گئی ہے۔

خُدا کے جلال کے ٹھہرنے کی تاریخ

موسیٰ کے زمانے میں خُدا کا جلال پہاڑ پر آگ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جب ایک سال بعد خیمۂِ اجتماع مکمل ہوگیا، تو اُس کے جلال نے اُس ''خیمۂِ اجتماع'' کو بیابان میں اُن کے قیام کے دوران آباد کیا۔ یشوع کے بنی اسرائیل کو وعدے کی سرزمین میں لے کر جانے کے بعد خیمۂِ اجتماع کو ایک اہم قبیلے افرائیم کے قصبے سیلا میں رکھا گیا۔ ہم یشوع ۱۸:۱ میں پڑھتے ہیں۔

''اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت نے سیلا میں جمع ہو کر خیمۂ اجتماع کو وہاں کھڑا کیا اور وہ ملک اُن کے آگے مغلوب ہو چکا تھا۔''

کچھ صدیاں بعد سیلا میں عیلی کے بیٹے اور دُوسرے کاہن بگڑ گئے، اِس لیے خُدا نے اُس جگہ کو چھوڑ دیا۔ اُس دن پیدا ہونے والے بچے کا نام ''یکبود'' رکھا گیا، یہ واقعہ اِس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ حشمت اسرائیل سے جاتی رہی۔ پھر خُدا داؤد اور سلیمان کے زمانے میں اپنی حضوری یروشلیم میں لے گیا۔ زبور ۷۸ میں لکھا ہے۔

''خُدا یہ سن کر غضب ناک ہوا
اور اسرائیل سے سخت نفرت کی۔

سواُس نے سیلا کے مسکن کو ترک کر دیا۔۔۔(۵۹)

اور اُس نے یوسف کے خیمہ کو چھوڑ دیا

اور افرائیم کے قبیلہ کو نہ چنا۔

بلکہ یہوداہ کے قبیلہ کو چنا۔

اُسی کوہِ صیون کو جس سے اُس کو محبت تھی

اور اپنے مقدس کو پہاڑوں کی مانند تعمیر کیا۔۔۔'' (۶۷-۶۸)۔

لیکن کچھ صدیاں بیت جانے کے بعد یروشلیم کے کاہن بھی سیلا کے کاہنوں کی طرح بگڑ گئے۔ لہٰذا خُدا نے پرانی ہیکل کو چھوڑ دیا جیسے پہلے اُس نے سیلا کو چھوڑا تھا۔ ہم یرمیاہ ۷:۱۱-۱۴ میں پڑھتے ہیں۔

''کیا یہ گھر جو میرے نام سے کہلاتا ہے تمھاری نظر میں ڈاکوؤں کا غار بن گیا؟ دیکھ خُداوند فرماتا ہے میں نے خود یہ دیکھا ہے۔ پس اب میرے اُس مکان کو جاؤ جو سیلا میں تھا۔ جس پر پہلے میں نے اپنے نام کو قائم کیا تھا اور دیکھو کہ میں نے اپنے لوگوں یعنی بنی اسرائیل کی شرارت کے سبب سے اُس سے کیا کیا۔ اور خُداوند فرماتا ہے اب چوں کہ تم نے یہ سب کام کیے میں نے بر وقت تم کو کہا اور تاکید کی پر تم نے نہ سنا اور میں نے تم کو بلایا پر تم نے جواب نہ دیا۔ اِس لیے میں اِس گھر سے جو میرے نام سے کہلاتا ہے جس پر تمھارا اعتماد ہے اور اِس مکان (یروشلیم) سے جسے میں نے تم کو اور تمھارے باپ دادا کو دیا وہی کروں گا جو میں نے سیلا سے کیا ہے۔''

جب کہ یرمیاہ نے یروشلیم سے خُدا کی حضوری کے اُٹھ جانے کی پیشین گوئی کی، لیکن حزقی ایل نبی کا اُس کے جانے کی رُویا دیکھنا باقی تھا۔ سب سے پہلے اُس نے کروبیم کو پاک ترین مقام سے اُٹھتے دیکھا (حزقی ایل ۱۰:۱۵)۔ چند آیات کے بعد ہم پڑھتے ہیں۔

''اور خُداوند کا جلال گھر کے آستانہ پر سے روازنہ ہو کر کروبیوں کے اُوپر ٹھہر گیا (آیت ۱۸)۔''

آخر کار ہم حزقی ایل ۱۱: ۲۲ اور ۲۳ میں پڑھتے ہیں۔

''تب کروبیوں نے اپنے اپنے بازو بلند کیے اور پہیئے اُن کے ساتھ ساتھ چلے اور اسرائیل کے خُدا کا جلال اُن کے اُوپر جلوہ گر تھا۔ اور خُداوند کا جلال شہر میں سے اُٹھا اور شہر کے مشرقی طرف کے پہاڑ پر جا ٹھہرا۔''

حزقی ایل نے دیکھا کہ جلال یروشلیم سے الگ ہو گیا، لیکن اُس نے اُسے مشرق کی جانب کوہِ زیتون کے پہاڑ کی چوٹی پر جاتے دیکھا۔ پہاڑ کی چوٹی شہر کی دیواروں سے دو ہزار ہاتھ دُور تھی اور ربیوں نے اِس کی تعریف ''خیمہ کے باہر'' یا ''سبت کے دن کی منزل'' کے طور پر کی۔

لہٰذا یہ وہ جگہ تھی جہاں اُنھوں نے سرخ بچھیا کی راکھ کو ذخیرہ کیا تھا یہ لوگوں کو پاک کرنے کے لیے استعمال کی جاتی جیسے ہی وہ ہیکل میں داخل ہوتے (گنتی ۱۹: ۳)۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں داؤد نے خُدا کے لیے قربانی گذرانی (۲۔سموئیل ۱۵: ۳۰) جو اُس عظیم قربانی کی پیشین گوئی تھی جسے یسوع کئی سال بعد اِسی جگہ پر دے گا۔ چالیس دن کے بعد، یسوع نے اُسی جگہ سے صعود فرمایا اور اعمال ۱: ۱۲ میں اِسے ''سبت کی منزل'' کہا گیا ہے۔

اِس بات کا کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ جب زرّبابل کے دنوں میں دُوسری ہیکل کو تعمیر کیا گیا تو خُدا کا جلال اِس میں واپس آیا۔ دراصل عہد کا صندوق ایک طویل عرصے سے غائب ہو چکا تھا اور دُوسری ہیکل کا پاک ترین مقام خالی تھا۔ یوسفیس ہمیں بتاتا ہے کہ اُس کی جگہ پتھر کا ایک سِل (slab) رکھا گیا تھا۔ لیکن خُدا کا جلال اُس جگہ واپس نہ آیا، کیوں اُس نے اُسے سیلا کی طرح ترک کر دیا تھا۔

پانچ صدیاں بعد یسوع بیت لحم میں پیدا ہوا۔ اُس میں خُدا کا جلال سکونت کرتا تھا، کیوں کہ پولس کلیسوں ۲: ۹ میں کہتا ہے۔

''کیوں کہ الوہیت کی ساری معموری اُسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے۔''

اپنی خدمت کے اختتام پر یسوع یروشلیم کی ہیکل میں گیا اور خرید و فروخت کرنے والوں کو نکال دیا۔ متی ۲۱: ۱۳ میں لکھا ہے۔

''اور اُن سے کہا لکھا ہے کہ میرا گھر دُعا کا گھر کہلائے گا مگر تم اُسے ڈاکوؤں کی کھوہ بناتے ہو۔''

یسوع نے یرمیاہ ۷:۱۱ کا اقتباس کیا، جس میں نبی نے اپنے زمانے کی ہیکل پر الزام لگایا کہ یہ خُدا کے جلال کو اُٹھانے کا سبب بنی۔ چناں چہ جب یسوع نے اُن الفاظ کو دہرایا تو اُس نے اِس بات کی تصدیق کی کہ خُدا کا جلال اِس جگہ واپس نہیں آئے گا۔ دراصل کاہنوں کا یسوع کو ردّ کرنا اُن کے خُدا کے جلال کو ردّ کرنے کی تصویر کشی کرتا ہے۔ صرف ایک ہی راستہ تھا جس کے وسیلے جلال کو اِس جگہ واپس آنے کا موقع مل سکتا تھا (اگر ممکن ہوتا) کہ وہ یسوع مسیح کو بہ طور مسیح اور بادشاہ قبول کرلیں۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔

یسوع صلیب پر اپنے کام کو ختم کرنے کے بعد، اُسی جگہ سے جہاں حزقی ایل نے آخری بار خُدا کے جلال کو دیکھا تھا آسمان پر صعود فرما گیا۔ یسوع اپنے شاگردوں کو مقامِ صعود پر لے گیا، اُس واقعہ کے بعد ہم اعمال ۱:۱۲ میں پڑھتے ہیں۔

''تب وہ اُس پہاڑ سے جو زیتون کا کہلاتا ہے اور یروشلیم کے نزدیک سبت کی منزل کے فاصلہ پر ہے یروشلیم کو پھرے۔''

یہ یروشلیم سے خُدا کے جلال کے اُٹھ جانے کے حتمی مرحلے کا اختتام تھا۔ دس دن کے بعد جلال واپس آیا، لیکن یہ یروشلیم میں اور نہ ہی مادی ہیکل میں آیا۔ جلال نے مسیح میں راست بازوں میں بسیرا کرنا شروع کر دیا، جیسا کہ ہم اعمال ۲:۳ میں پڑھتے ہیں۔

''اور اُنھیں آگ کے شعلہ کی سی پھٹتی ہوئی زبانیں دکھائی دیں اور اُن میں سے ہر ایک پر آٹھہریں۔''

اُس وقت سے خُدا کے جلال نے نئے یروشلیم کے لوگوں میں بسیرا کرنا شروع کر دیا، جو اُس نئے مقدس میں زندہ پتھروں کی مانند ہوں گے جسے خُدا نے اپنے لیے تیار کیا ہے۔

دو یروشلیم

جلال نہ صرف ہیکل سے جدا ہو گیا بلکہ اُس نے یروشلیم کو بھی چھوڑ دیا۔ اگر ایسا ہے تو پھر صحائف یروشلیم

کی بحالی کی پیشین گوئی کیوں کرتے ہیں؟ کلامِ مقدس میں یروشلیم کو ہمیشہ جمع کے صیغہ میں لکھا گیا ہے۔ یہ Ierushalayim،''Jerusalmes'' ہے۔اگرچہ قدیم ربیوں نے اِس پر بحث کی،لیکن وہ کبھی بھی نہ سمجھ سکے کہ دو یروشلیم ہیں۔ وہاں ایک پرانا شہر تھا اور یہاں ایک نیا یروشلیم ہے جو نئے عہد میں اُس آدمی کے وسیلے ظاہر ہوا جس نے اِن دونوں کے فرق کو سمجھا۔

پولس نے گلتیوں ۴: ۲۴-۳۱ میں اِس پر بات کی،اُس نے ہمیں بتایا کہ زمینی یروشلیم ''ہاجرہ'' تھی جو خُدا کے وعدوں کو پورا کرنے کے قابل نہ تھی۔تاہم جو یروشلیم اُوپر سے ہے وہ سارہ ہے اور وہ ''ہماری ماں'' ہے یعنی مسیح میں راست بازوں کی ماں۔

یروشلیم کے نام سے جانا جانے والا زمینی شہر ہاجرہ سے زیادہ وعدے کے فرزندوں کو پیدا نہیں کر سکتا۔زمینی یروشلیم مسیح میں آزادی نہیں بلکہ صرف غلامی لاتا ہے۔اُس یروشلیم کا خاتمہ گلتیوں ۴: ۳۰ میں پایا جاتا ہے۔

> ''مگر کتاب مقدس کیا کہتی ہے؟ یہ کہ لونڈی اور اُس کے بیٹے کو نکال دے کیوں کہ لونڈی کا بیٹا آزاد کے بیٹے کے ساتھ ہرگز وارث نہ ہوگا۔''

گلتیوں کے واضح پیغام کی حقیقت یہ ہے کہ یروشلیم کا پرانا شہر کبھی بھی خُدا کے وعدے کو پورا نہیں کر سکتا۔ ہاجرہ کبھی بھی اضحاق کو جنم نہیں دے سکتی تھی۔ہاجرہ صرف اسمٰعیل کی ماں تھی،جو وعدوں کا وارث نہیں تھا،حالاں کہ وہ ابرام کا بیٹا تھا۔

پورے عہدِ عتیق میں ہمیں ''یروشلیم'' یا ''Yerushalayim'' کے بارے میں بے شمار پیشین گوئیاں ملتی ہیں۔کچھ پیشین گوئیاں مثبت جب کہ کچھ منفی انداز میں بیان کی گئی ہیں۔منفی کی ایک مثال ہم یرمیاہ ۱۹ باب میں دیکھتے ہیں۔

> ''خُداوند نے یوں فرمایا ہے کہ تو جا کر کمہار سے مٹی کی صراحی مول لے اور قوم کے بزرگوں اور کاہنوں کے سرداروں کو ساتھ لے۔اور بن ہنوم (gehenna) کی وادی میں کمہاروں کے پھاٹک کے مدخل پر نکل جا اور جو باتیں میں تجھ سے کہوں وہاں اُن کا

اعلان کر"(یرمیاہ ۱۹:۱-۲)۔

پھر نبی سے کہا گیا کہ وہ شہر اور اُس میں بسنے والوں کی عدالت کا اعلان کرے۔

"تب تو اُس صراحی کو اُن لوگوں کے سامنے جو تیرے ساتھ جائیں گے توڑ ڈالنا۔ اور اُن سے کہنا کہ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں اِن لوگوں اور اِس شہر کو ایسا توڑوں گا جس طرح کوئی کمہار کے برتن کو توڑ ڈالے جو پھر دُرست نہیں ہو سکتا اور لوگ توفت میں دفن کریں گے یہاں تک کہ دفن کرنے کو جگہ نہ رہے گی۔ میں اِس جگہ (یروشلیم) اور اِس کے باشندوں سے ایسا ہی کروں گا۔ خُداوند فرماتا ہے چناں چہ میں اِس شہر کو توفت کی مانند کر دُوں گا"(یرمیاہ ۱۹:۱۰-۱۲)۔

جب ہم یروشلیم کے متعلق کی گئی پیشین گوئی کا موازنہ یرمیاہ ۱۸:۱-۱۰ میں اسرائیل کے گھرانے کے متعلق کی گئی پیشین گوئی سے کرتے ہیں تو یہ موازنہ ہمیں چونکا دیتا ہے۔ اسرائیل کے شمالی گھرانے کو پہلے ہی ایک صدی قبل اسور میں اسیر بنا کر لے جایا جا چکا تھا۔ پھر بھی یرمیاہ پیشین گوئی کرتا ہے کہ وہ گیلی مٹی کی صراحی کی مانند ہوں گے جسے ایک اور برتن میں دوبارہ بنایا جائے گا۔

لیکن یروشلیم ایک صراحی کی مانند تھا جو پہلے سے ہی سخت ہو چکی تھی۔ ایک بار جب یہ ٹوٹ گئی تو پھر اِس کی مرمت نہیں کی جا سکتی اور اِسے صرف بن ہنوم میں شہر کے مزبلہ پر پھینکا جا سکتا ہے۔ بن ہنوم کے لیے یونانی نام جہنم (gehenna) ہے جس کا ذکر عہدِ جدید میں ہوا ہے۔ ہمارا اصل نکتہ اِس بات کو ظاہر کرنا ہے کہ اسرائیل کو ایک لمبا عرصہ بت پرستی کرنے کے بعد بھی بحالی کے وعدوں سے نوازا گیا، مگر یہوداہ کے ساتھ اِس طرح کا وعدہ نہ کیا گیا۔ دراصل اِس پورے حوالے میں ہمیں اُمید کا ایک لفظ بھی نظر نہیں آتا (یرمیاہ ۱۸ اور ۱۹ ابواب)۔

یقیناً یرمیاہ کی پیشین گوئی کے دنوں میں نبوکدنضر نے یروشلیم کو تباہ کر دیا تھا۔ تاہم بعد میں نحمیاہ نے اِسے دوبارہ تعمیر کیا۔ اِسے ستر عیسوی میں دوبارہ رومیوں نے تباہ کر دیا، لیکن بعد میں اِسے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ یہ صلیبی جنگوں میں قرونِ وسطیٰ کے دوران بھی تباہ کر دیا گیا، لیکن اِسے ہمیشہ دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ یوں یہ شہر ایک

ایسے شہر کے طور پر کھڑا ہے جسے صدیوں میں کئی بار تعمیر کیا گیا۔

تاہم یرمیاہ ایک ایسی تباہی کی پیشین گوئی کرتا ہے جس میں اِس کی دوبارہ مرمت یا تعمیر نہیں کی جائے گی (یرمیاہ ۱۹:۱۱)۔ وہ پیشین گوئی پوری ہونا ابھی باقی ہے، اور اِس لیے یہ مستقبل میں ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ صرف پرانے مادی شہر کی بات کرتی ہے۔ یہ مکاشفہ ۲۱:۲ کے نئے یروشلیم یا عبرانیوں ۱۲:۲۲ میں بیان کیے گئے ''آسمانی یروشلیم'' کے بارے میں بات نہیں کرتی۔

یسعیاہ ۶۲ (۱-۲) باب میں بھی بڑی تمازت کے ساتھ ''یروشلیم'' کے بارے میں بات کی گئی ہے جو یرمیاہ کی پیشین گوئی سے بالکل متصادم معلوم ہوتی ہے۔

''صیون کی خاطر میں چپ نہ رہوں گا
اور یروشلیم کی خاطر میں دَم نہ لوں گا
جب تک کہ اُس کی صداقت نور کی مانند نہ چمکے
اور اُس کی نجات روشن چراغ کی طرح جلوہ گر نہ ہو۔
تب قوموں پر تیری صداقت
اور سب بادشاہوں پر تیری شوکت ظاہر ہو گی
اور تو ایک نئے نام سے کہلائے گی
جو خُداوند کے منہ سے نکلے گا۔''

یسعیاہ اِس ''یروشلیم'' کو آسمانی اصطلاح میں بیان کرتا ہے۔ یوحنا نے ہمارے لیے مکاشفہ کی کتاب میں اِس کی تشریح کی، وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یسعیاہ نئے یروشلیم کی بات کر رہا تھا۔ یسعیاہ ۶۲:۵ میں اِس شہر کو ''دلہن'' کہا گیا ہے، اور یوحنا مکاشفہ ۲۱:۲ میں اِس شہر کے لیے اُسی لفظ کو استعمال کرتا ہے۔ یسعیاہ ۶۰:۱۸ میں یروشلیم کی ''دیواروں'' کو نجات اور اُس کے ''پھاٹکوں'' کو حمد کہا گیا ہے۔ یہ باتیں نئے یروشلیم کے متعلق بیان کرتی ہیں نہ کہ پرانے یروشلیم کے متعلق۔

یسعیاہ ۶۰:۲۰ میں بیان کیا گیا ہے کہ اُس ''یروشلیم'' کو سورج اور چاند کی روشنی کی ضرورت نہیں رہے

گی، کیوں کہ خُداوند خود اُس کا جلال ہوگا۔ یوحنا یہی بات مکاشفہ ۲۱:۲۳ میں نئے یروشلیم کے بارے میں کہتا ہے۔

''اور اُس شہر میں سورج یا چاند کی روشنی کی کچھ حاجت نہیں کیوں کہ خُدا کے جلال نے اُسے روشن کر رکھا ہے اور برّہ اُس کا چراغ ہے۔''

اِسی طرح یسعیاہ یروشلیم کے باسیوں کے بارے میں بات کرتا ہے کہ وہ یرمیاہ کی پیشین گوئی کے برعکس مکمل طور پر راست باز ہوں گے۔ ہم یسعیاہ ۶۰:۲۱ میں پڑھتے ہیں، ''اور تیرے لوگ سب کے سب راست باز ہوں گے۔'' اور بعد میں یوحنا مکاشفہ ۲۱:۲۷ میں کہتا ہے:

''اور اُس میں کوئی ناپاک چیز یا کوئی شخص جو گھنونے کام کرتا یا جھوٹی باتیں گھڑتا ہے ہرگز داخل نہ ہوگا مگر وہی جن کے نام برّہ کی کتاب حیات میں لکھے ہوئے ہیں۔''

مکاشفہ اور یسعیاہ کے سادہ سے موازنے سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ کوئی بھی نبی پرانے یروشلیم کے بارے میں بات نہیں کر رہا بلکہ نئے یروشلیم کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ بلاشبہ یہودی عہدِ جدید کو ردّ کرتے ہیں، اِس لیے وہ یوحنا کی وضاحت پر یقین نہیں کرتے اور نہ ہی عبرانیوں کے خط پر جس میں آسمانی یروشلیم کے بارے میں بات کی گئی ہے۔

لیکن ہم جو مسیحی ہیں وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عہدِ جدید خُدا کے الہامی کلام کا حصہ ہے، ہمیں اِس حقیقت کو ماننے میں کسی قسم کی دقت نہیں کہ خُدا نے زمین پر مادی شہر کی بجائے آسمانی یروشلیم کو برکت دی۔

یقیناً اِس بات کو سمجھنے کی کلید یہ ہے کہ یروشلائم (Yerushalaim) لفظ ایک جمع لفظ ہے جو ایک سے زیادہ شہروں کی نشان دہی کرتا ہے۔ اگرچہ عہدِ عتیق کے انبیا نے کبھی بھی نئے یروشلیم کا ذکر نہیں کیا، تاہم اُنھوں نے جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے اِس کے بارے میں پیشین گوئی کی۔ اِس لیے جب ہم عہدِ عتیق کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں لازمی یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ نبی کس یروشلیم کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ اِس بارے میں ایک عمومی اصول کو اپنایا جا سکتا ہے کہ جب نبی مثبت الفاظ میں بات کرتے ہیں تو وہ نئے یروشلیم کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہیں۔ اور جب منفی الفاظ میں بات کرتے ہیں تو وہ پرانے یروشلیم کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

دومقدِس

سب سے پہلے سلیمانی ہیکل کو جلال سے معمور کیا گیا۔ اِس نے آنے والی عظیم ہیکل کی پیشین گوئی کی۔ یہ عظیم ہیکل مادی ہیکل نہیں ہے، بلکہ یہ وہ ہیکل ہے جسے پولس نے افسیوں ۲: ۲۰-۲۲ میں بیان کیا ہے۔

''اور رسولوں اور نبیوں کی نیو پر جس کے کونے کے سرے کا پتھر خود مسیح یسوع ہے تعمیر کیے گئے ہو۔ اُسی میں ہر ایک عمارت مل ملا کر خُداوند میں ایک پاک مقدس بنتا جاتا ہے۔ اور تم بھی اُس میں باہم تعمیر کیے جاتے ہو تاکہ رُوح میں خُدا کا مسکن بنو۔''

پولس ایک متحدہ ہیکل کی بات کر رہا تھا جو مسیح کے پورے بدن سے بنی تھی۔ پطرس اِس مقدِس کے بارے میں کہتا ہے کہ ہمیں اِس کو بنانے کے لیے بہ طور ''زندہ پتھر'' (۱۔پطرس ۲: ۵) استعمال کیا جائے گا۔ اِس کی ایک اور وضاحت یہ بھی ہے کہ بہ طور فردِ واحد ہم اپنے آپ میں بھی مکمل مقدِس ہیں، کیوں کہ پولس ۱۔کرنتھیوں ۳: ۱۶ میں کہتا ہے۔

''کیا تم نہیں جانتے کہ تم خُدا کا مقدِس ہو اور خُدا کا رُوح تم میں بسا ہوا ہے؟''

اِن انفرادی معنوں میں ہم ہیکل کے تین حصوں کا اپنے بدن کے تین اجزا سے موازنہ کر سکتے ہیں۔ ہیکل بیرونی صحن، پاک مقام اور پاک ترین مقام پر مشتمل تھی۔ ہمارے ذاتی ''مقدس'' رُوح، جان اور بدن پر مشتمل ہیں۔

ہمارا مقصد اِس بات کو ظاہر کرنا ہے کہ عہدِ عتیق میں خُدا لکڑی اور پتھر کی بنائی گئی عمارتوں میں سکونت کرتا تھا، لیکن یہ عمارتیں خُدا کے حتمی بسیرا کرنے کی جگہیں نہیں تھی۔ یہاں تک کہ سلیمان بادشاہ نے بھی اِس بات کو جان لیا جب اُس نے ۱۔سلاطین ۸: ۲۷-۲۸ میں کہا۔

''لیکن کیا خُدا فی الحقیقت زمین پر سکونت کرے گا؟ دیکھ آسمان بلکہ آسمانوں کے آسمان میں بھی تو سما نہیں سکتا تو یہ گھر تو کچھ بھی نہیں جسے میں نے بنایا۔''

سلیمان نے ایک زمینی گھر کے عدمِ امکان کے بارے میں جان لیا جس میں خُدا کا جلال بسیرا کرے۔ اِس لیے اُس نے آنے والے ایک عظیم مقدس کی طرف اشارہ کیا جو رُوح القدس کی بلاہٹ اور خُدا (ظروف اور ستون) کے زندہ پتھروں سے بنائی جائے گی۔

نئے مقدس میں کاہنوں کا بھی ایک سلسلہ ہوگا، جو کہ لاوی کاہنوں کا نہیں بلکہ ملکِ صدق کے کاہنوں پر مشتمل ہوگا۔ لاوی کے کاہنوں کا سلسلہ ایک عارضی کہانتی سلسلہ تھا جن کو عہدِ عتیق کے زمانے میں خدمت کے لیے بلایا گیا۔ اُس ہیکل میں خدمت کرنے کے لیے کسی بھی شخص کے لیے لاوی کی نسل سے ہونا ضرور تھا۔ لیکن نئے عہد کے سلسلے میں ملکِ صدق کے کاہنوں کا لاوی کی نسل سے ہونا ضروری نہیں، بلکہ یسوع مسیح کی نسل سے ہونا ضرور ہے، یعنی جسمانی طریقے سے نہیں بلکہ رُوحانی طور پر خُدا کے فرزند ہونے کے وسیلے سے۔

ملکِ صدق کی کہانت لاوی سے پرانی ہے۔ سالم (یروشلیم) کا حقیقی بادشاہ لاوی کی نسل سے نہیں تھا، کیوں کہ وہ لاوی کی پیدایش سے بہت پہلے آیا۔ برسوں بعد، داوٴد ملکِ صدق کے سلسلے کا کاہن تھا، حالاں کہ وہ لاوی نہیں تھا۔ زبور ۱۱۰:۴ میں لکھا ہے۔

''خُداوند نے قسم کھائی ہے اور پھرے گا نہیں
کہ تو ملکِ صدق کے طور پر
ابد تک کاہن ہے۔''

داوٴد یہوداہ کے قبیلے سے تھا، اِس لیے وہ لاوی کا کاہن بننے کا اہل نہیں تھا۔ اِس کی بجائے اُس نے حقیقی ملکِ صدق کی طرح یروشلیم ''سالم کے شہر'' پر حکومت کی۔ لیکن ایک بڑے تناظر میں یہ سب نئے یروشلیم کے متعلق پیشین گوئی کرتا ہے، جس پر عظیم ابن داوٴد یسوع بادشاہ کی حکمرانی ہوگی۔

یسوع مسیح یہوداہ کے قبیلے سے تھا، اِس لیے وہ بھی لاوی کے کہانتی سلسلے کا کاہن بننے کا اہل نہیں تھا۔ وہ ملکِ صدق کے کاہن کے طور پر آیا۔ عبرانیوں ۷:۱۱-۱۴ میں لکھا ہے۔

''پس اگر بنی لاوی کی کہانت سے کاملیت حاصل ہوتی (کیوں کہ اُسی کی ماتحتی میں اُمت کو شریعت ملی تھی) تو پھر کیا حاجت تھی کہ دُوسرا کاہن ملکِ صدق کے طور کا پیدا ہو اور ہارون کے طریقہ کا نہ گنا جائے؟ اور جب کہانت بدل گئی تو شریعت کا بھی بدلنا ضرور ہے۔ کیوں کہ جس کی بابت یہ باتیں کہی جاتی ہیں وہ دُوسرے قبیلہ میں شامل ہے جس میں سے کسی نے قربان گاہ کی خدمت نہیں کی۔ چناں چہ ظاہر ہے کہ ہمارا خُداوند یہوداہ میں سے پیدا ہوا اور اِس فرقہ کے حق میں موسیٰ نے کہانت کا کچھ ذکر نہیں کیا۔''

یسوع مسیح کاہنوں کے ایک مکمل نئے سلسلے کا کاہن ہے، جس کی واحد قربانی صرف خُدا کا برّہ ہے۔ سردار کاہن اور اُس کے بچے اور نہ ہی خُدا کے فرزند شریعت کے مطابق جانور کی قربانیاں دینے کے اہل ہیں اور نہ ہی صلیب کے بعد یہ موثر ہیں۔

یسوع مادی ہیکل میں جانوروں کی قربانیاں دینے اور لاوی کاہنوں کا سردار کاہن بننے کے لیے پرانے یروشلیم میں واپس نہیں جا رہا۔ نیا عہد کوئی عارضی وقفہ نہیں جس کے بعد پرانے عہد کی رسومات کو پھر سے بحال کر دیا جائے گا۔ پرانا عہد ناقص تھا اور وہ متروک ہو چکا ہے۔ ''بہتر'' عہد اور اُس کے وعدے ہمیشہ رہنے کے لیے ہیں۔ وہ لوگ جو پرانے عہد کو فروغ دیتے ہیں وہ مسیح کی عقل کو نہیں جانتے۔ عبرانیوں ۸:۱۳ میں لکھا ہے۔

> ''جب اُس نے نیا عہد کہا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور جو چیز پرانی اور مدت کی ہو جاتی ہے وہ مٹنے کے قریب ہوتی ہے؟''

بالفاظ دیگر، نیا عہد کبھی بھی فرسودہ اور نہ ہی کبھی متروک ہوگا۔

دو قسم کی قربانیاں

نظریہِ ادواریت کے ماننے والوں کے مطابق عہدِ عتیق میں حزقی ایل ۴۴ باب کے نبوتی بیان کے مطابق جانوروں کی قربانی کو دوبارہ شروع کیا جائے گا۔ اِس پیشین گوئی کو عہدِ عتیق کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے، لیکن اِس کی تشریح لازماً عہدِ جدید کی روشنی میں کی جانی چاہیے۔ وہ ہیکل جسے خُدا اب تعمیر کر رہا ہے وہ نئے یروشلیم کا مقدس ہے، جیسا کہ افسیوں ۲:۲۰-۲۲ میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ وہ مقدس ہے جس سے یسوع مسیح آنے والے دورِ خیام میں حکمرانی کرے گا۔ وہ پرانے یروشلیم میں ایک قدیم طرز کی ہیکل سے زمین پر حکمرانی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، اور نہ ہی وہ ہیکل کے پہاڑ پر ہارون کی نسل کے کاہنوں کو جانوروں کی قربانیاں کرنے کے لیے بلائے گا۔

وہ لوگ جو ایسی تعلیم دیتے ہیں وہ عبرانیوں کا خط اور اُس پرانے نظام سے نکلنے کی بلاہٹ کو نہیں سمجھتے۔

چرچ کو یہودی بنانا

نظریہِ ادواریت کے ماننے والوں کی کلامِ مقدس کی غلط تفہیم نے مسیحیت اور یہودیت کو خلط ملط کر دیا،

جس نے کلیسیا کو یہودی بنانے کے مسئلے کو دوبارہ جنم دیا جس کا سامنا پولس رسول کو پہلی صدی میں کرنا پڑا تھا۔ پہلی صدی میں ہیکل کی تباہی سے قبل ابتدائی کلیسیا نے ہیکل میں قربانیاں دینا اور پرانے عہد کی تمام رسومات کو بھی تسلیم کرنا جاری رکھا جو کہ اصل میں صلیب پر تبدیل ہو چکے تھے۔ دراصل پولس رسول نے عبرانیوں کا خط گم نامی میں خاص طور پر اُن لوگوں کے لیے لکھا، تا کہ پرانے عہد، اُس کی تمام حالتوں اور رسومات پر انحصار کرنے کو ختم کیا جا سکے۔

نظریہ ادواریت کے ماننے والوں نے ہمیں ایک بار پھر اُسی مسئلے کے سامنے کھڑا کر دیا ہے جس کا سامنا پہلی صدی میں پولس رسول کو کرنا پڑا۔ اِس کوشش کا مقصد ایک بار پھر کلیسیا کو پرانے عہد کے تحت لانا تھا جو لاویوں کو یروشلیم کی مادی ہیکل میں جانوروں کی قربانیوں کو دوبارہ شروع کرنے کا اختیار دیتا۔ یروشلیم کی کلیسیا کی طرح مسیحی یسوع کو پرانے عہد اور اُس کے پرانے کہانتی نظام میں شامل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ایسا نظریہ اِس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ یسوع اپنی پہلی آمد میں نئے عہد کا درمیانی تھا، لیکن وہ اِس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ اپنی دُوسری آمد میں یسوع پرانے عہد کا درمیانی بن جائے گا۔ شاید ہی کوئی اور نظریہ ہو جو مسیحیت کی بنیادوں کے لیے اتنا نقصان دہ ثابت ہوا ہو۔ اصل میں اِس نظریے نے اُن تمام کاموں کو پامال کر دیا جن کو یسوع نے صلیب پر پورا کر دیا تھا۔ اِس نے ہر اُس بڑی تبدیلی کو تہ و بالا کر دیا جو نئے عہد کے تحت وقوع پذیر ہوئی اور جس کا ذکر عبرانیوں کے خط میں کیا گیا۔

اگر اِس تعلیم کو مان لیا جائے تو ہمیں عبرانیوں کے خط کو عہدِ جدید میں سے ختم کرنا پڑے گا۔

لہٰذا ہمیں لازمی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کون سا یروشلیم ہماری ''ماں'' ہو گا۔ اگر ہم ''ہاجرہ'' کو منتخب کرتے ہیں تو ہم اُس کے بیٹے بن جائیں گے اور خُدا کے وعدوں سے محروم ہو جائیں گے۔ صرف نئے یروشلیم ''سارہ'' کو منتخب کرنے سے ہی ہم مسیح کے ہم میراث اور اُس کے ساتھ وارث ہوں گے۔

باب ۸

اسرائیل کی شناخت

آج کے مسیحیوں میں ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ یہودی اسرائیل ہیں۔

حقیقی اسرائیل یعقوب تھا، جسے پہلی بار اسرائیل کا نام پیدائش ۳۲:۲۸ میں دیا گیا۔ اُس کے دادا ابرہام ایک عبرانی تھے؛ جو عبر کی نسل سے تھے، لیکن ابرہام ایک اسرائیلی نہیں تھا۔ اضحاق بھی ایک عبرانی تھا، لیکن وہ اسرائیلی نہیں تھا، کیوں اِس بات کا یہ ثبوت ہے کہ اضحاق اپنے ہی بیٹے کی نسل سے نہیں ہوسکتا تھا۔

یعقوب کے بیٹے اِس لحاظ سے اسرائیلی تھے کہ وہ اُس شخص کی اولاد تھے جسے اسرائیل نام دیا گیا۔ لیکن اسرائیل بھی ایک لقب اور ایک نام تھا جو اِس بات کو ظاہر کرتا تھا کہ یعقوب ایمان کی ایک خاص سطح تک پہنچ چکا تھا اور اُسے یہ نام ایک گواہی کے طور پر دیا گیا۔ وسیع معنوں میں اسرائیلی ہونے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اُسی گواہی کو قائم کیا جائے جو یعقوب نے دی۔

یعقوب نے پہلوٹھے کا حق یوسف کے بیٹوں کو دے دیا (۱۔ تواریخ ۵:۱،۲) اور اِس کے ساتھ ہی پہلوٹھے کے حق کا نام اسرائیل بھی اُن کو منتقل ہوگیا۔ پیدائش ۴۸:۱۶ میں یہ حق افرائیم اور منسی کو دے دیا گیا۔

> ''اور وہ فرشتہ جس نے مجھے سب بلاؤں سے بچایا (پیدائش ۳۲:۴۸) اِن لڑکوں کو برکت دے اور جو میرا اور میرے باپ دادا ابرہام اور اضحاق کا نام (اسرائیل) ہے اُسی سے یہ نامزد ہوں!۔۔۔''

جب تک تمام قبائل متحد تھے وہ افرائیم اور منسی کے ساتھ اُس نام میں شامل ہو سکتے تھے۔ لیکن سلیمان کی وفات کے بعد جب سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تو یوسف کے قبیلے یہوداہ اور بنیمین سے الگ ہو گئے اور اُنھوں نے اپنی علیحدہ سلطنت بنالی۔ چوں کہ اسرائیل کا نام حقیقی طور پر یوسف کے بیٹوں سے منسوب تھا، اِس لیے شمالی سلطنت نے اسرائیل کے نام کو برقرار رکھا۔ جنوبی سلطنت نے اپنا نام یہوداہ رکھ لیا، کیوں کہ یہ بادشاہ کا قبیلہ تھا۔

تاریخ میں اِس مقام پر اسرائیل کا لفظ محدود معنی اختیار کر گیا، کیوں کہ اب اِسے قوم کو یہوداہ سے الگ کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ پھر انبیا اُن کو دو مختلف اقوام کے طور پر مخاطب کرتے ہیں جن کی بلاہٹ ایک دُوسرے سے مختلف ہے۔ اسرائیلی سلطنت پہلوٹھے کے حق کی وارث تھی (۱۔تواریخ ۵:۲) کیوں کہ یوسف کے قبائل (افرائیم اور منسی) شمالی سلطنت میں واقع تھے۔ جنوبی سلطنت نے حکومت کا عصا حاصل کیا (پیدایش ۴۹:۱۰)۔

اسرائیل کی اُسور میں جلاوطنی

دو سو دس (۲۱۰) سالوں کی علیحدگی کے بعد اسرائیل کی سلطنت کو اُسوریوں نے فتح کر لیا۔ ۲۔سلاطین ۱۷:۱۸ میں لکھا ہے۔

> ''اِس لیے خُداوند اسرائیل سے بہت ناراض ہوا اور اپنی نظر سے اُن کو دُور کر دیا۔ سو یہوداہ کے قبیلہ کے سوا اور کوئی نہ چھوٹا۔''

یہ نام نہاد جلاوطن ''گم شدہ قبائل'' یا اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑیں تھے (حزقی ایل ۳۷)۔ کھو جانے اور مُردہ تصور کیے جانے کی وجہ سے وہ اپنے باپ یوسف کے نبوتی نمونہ کی پیروی کر رہے تھے جو ''کھو'' گیا اور اُسے کئی سالوں تک مُردہ تصور کیا گیا۔ اِس کے باوجود پہلی صدی کے یہودی اپنی اسیری کی سرزمین میں اسرائیلیوں کے وجود سے بہ خوبی واقف تھے۔ یوسفیس ہمیں اپنی کتاب <u>Antiquities of the Jews</u>, XI, v,2 میں بتاتا ہے:

> ''اِس لیے ایشیا اور یورپ میں صرف دو ہی قبائل ہیں جو رومیوں کے تابع ہیں، جب کہ دس قبیلے ابھی تک فرات کے پار ہیں۔ وہ اب بھی ایک بہت بڑی تعداد میں ہیں جن کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔''

اگرچہ قدیم اُسوری سلطنت کا ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا، لیکن اِن میں سے بہت سے اسرائیلی اب بھی دریائے فرات کی دُوسری جانب بحیرہ کیسپین کے قریب پارتھیا قوم میں رہے۔ وہ یہودی نہیں تھے، اور نہ ہی اُنھوں نے یہودیت کا دعویٰ کیا، بلکہ وہ میزبان اقوام کے عقائد اپنا چکے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ بہت سے لوگ ایشیا کے شمالی صوبوں (موجودہ ترکی) میں بھی منتقل ہو گئے اور رومیوں کے ماتحت آ گئے۔ پطرس نے اپنے

پہلے خط میں اُن کولکھا۔

''پطرس کی طرف سے جو یسوع مسیح کا رسول ہے اُن مسافروں کے نام جو پنطس ۔ گلتیہ ۔ کپدکیہ۔آسیہ۔اور بتھنیہ میں جا بجا رہتے ہیں۔اور خُدا باپ کے علمِ سابق کے موافق۔۔۔''(ا۔پطرس ۱:۱-۲)

بعد میں وہ ا۔پطرس ۲:۹اور۱۰میں اُن سے کہتا ہے۔

''لیکن تم ایک برگزیدہ نسل ۔شاہی کاہنوں کا فرقہ ۔مقدس قوم اور ایسی اُمت ہو جو خُدا کی خاص ملکیت ہے تا کہ اُس کی خوبیاں ظاہر کرو جس نے تمھیں تاریکی سے اپنی عجیب روشنی میں بلایا ہے۔ پہلے تم کوئی اُمت نہ تھے مگر اب خُدا کی اُمت ہو۔تم پر رحمت نہ ہوئی تھی مگر اب تم پر رحمت ہوئی۔''

یہاں پطرس ہوسیع کی پیشین گوئی کا حوالہ دے رہا تھا، جسے اسرائیل کے گھرانے کی طرف بھیجا گیا اور جس نے اُس کے تباہ ہونے اور اُس کی بحالی کے بارے میں پیشین گوئی کی۔ہوسیع کو حکم دیا گیا کہ وہ خُدا کے اسرائیل کے ساتھ سمبندھ اور جھوٹے خُداؤں کے ساتھ رُوحانی زناکاری کے نشان کے طور پر ایک بدکار بیوی سے شادی کرے۔اُس کی بیوی کا نام جُمر (Gomer) یا گھومری (Chomri) تھا جو کہ اُسوری دستاویزات کے مطابق اسرائیل کا سرکاری نام تھا۔(مزید وضاحت کے لیے سلمنسر کے سیاہ مربعی مینار کا مطالعہ کریں)

اُن کے کچھ بچے ہوئے جن کے نام اُنھوں نے نبوتی تناظر میں رکھے۔ پہلے بیٹے کا نام یزرعیل تھا جس کے معنی ''خُدا پراگندہ کرتا یا بوتا ہے''۔دُوسری بیٹی کا نام لورحامہ تھا جس کے معنی ''کوئی رحم نہیں'' ہیں۔تیسرے بیٹے کا نام لوعمی تھا جس کے معنی ''تم میرے لوگ نہیں'' ہو۔

ہوسیع اپنی کتاب کے پہلے باب میں اِن تمام بیانات کو اسرائیل کے گھرانے سے جوڑتا ہے، لیکن بعد میں دُوسرے باب (۲۲-۲۳) میں وہ ایک منسوخی کی پیشین گوئی کرتا ہے۔

''۔۔۔اور وہ یزرعیل کی سنیں گے۔
اور میں اُس کو اُس سرزمین میں اپنے لیے بوؤں گا
اور لورحامہ پر رحم کروں گا
اور لوعمی سے کہوں گا تم میرے لوگ ہو

اور وہ کہیں گے اے ہمارے خُدا!۔''

یزرعیل کی پیشین گوئی اشارہ کرتی ہے کہ جب خُدا نے اسرائیل کو پراگندہ کیا تو وہ اُنھیں زمین میں بو رہا تھا۔کسی کو بھی کھیت میں بیج بونے کے لیے بیج کو بکھیرنا پڑتا ہے۔اسرائیل کے بیج کو بکھیرنے سے خُدا کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ آنے والی ایک بڑی فصل کو تیار کرے۔ یہ وہی موضوع ہے جسے یسوع نے اکثر اپنی بادشاہی کی تمثیلوں میں استعمال کیا۔پطرس اِسی بات کی پیروی میں کچھ سابقہ پراگندہ اسرائیلیوں کو لکھتے ہوئے اُنھیں بتاتا ہے کہ وہ مسیح کے وسیلہ بہ طور خُدا کے لوگ بحال ہو چکے ہیں۔

اسرائیلیوں کا پھر سے بحال ہونا پرانے وطن میں جانا نہیں ہے۔ یہ پرانے عہد سے نئے عہد میں جانا ہے۔لغوی طور پر''عبرانی'' پردیسی یا تارک وطن ہے، کیوں کہ یہی اِس لفظ کا مطلب ہے۔عبرانیوں کی کتاب اسرائیلیوں یا یہودیوں کی کتاب نہیں ہے۔ اِس عنوان کا انتخاب نہایت سوچ سمجھ کر رکھا گیا تا کہ لوگوں کو تبدیلیِ وطن کا خاکہ دیا جا سکے، جس میں لوگوں کو وعدے کی سرزمین کے حقیقی راستے کو دکھایا جائے اور یہ کہ وہ کیسے مسیح کے وسیلے خُدا کے وعدوں کے وارث ہوں گے۔

انبیا نے مسلسل نبوت کی کہ اسرائیل دوبارہ جمع ہوگا۔ یہ نبوتیں تسلی کی ہیں نہ کہ تباہی کی ، یہ دوبارہ تعمیر کرنے کی ہیں نہ کہ برباد کرنے کی ، یہ نجات کی ہیں نہ کہ کھو جانے کی۔ پھر بھی انبیا نے براہِ راست یہوداہ کے بارے میں نہیں بلکہ اسرائیل کے بارے میں بات کی۔

یہاں تک کہ یعقوب نے بھی اپنا خط''اُن بارہ قبیلوں کو جو جا بجا رہتے ہیں'' لکھا (یعقوب ۱:۱)۔پطرس اور یعقوب دونوں نے یونانی اصطلاح ڈایسپورا (diaspora) استعمال کی جس کا مطلب''پراگندہ، منتشر یا بکھرے ہوئے'' ہے۔ یہ ہوسیع کے بیٹے یزرعیل کی طرف اشارہ ہے، جس کے نام کا مطلب''خُدا پراگندہ کرتا یا بکھیرتا ہے''۔ یہ پراگندہ یا منتشر کیے ہوئے لوگ تھے جنھیں خُدا نے زمین میں بویا تا کہ ایک بڑی فصل حاصل کی جا سکے اور پہلوٹھے کے حق کے وعدے کو پورا کیا جائے کہ اُن کی نسل آسمان کے ستاروں اور ریت کے ذروں کی مانند ہوگی۔

یہ تکمیل اپنے حقیقی اور حتمی معنوں میں صرف مسیح کے وسیلے ہی پوری ہوسکتی ہے۔دو ہزار پانچ سو بیس (۲۵۲۰) سال کے وقت کا دَور ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ زمینی سطح پر اسرائیل کے گھرانے کے جمع ہونے کی تصویر ہے۔لیکن اگر ہم اسرائیل کے نام کی حقیقی معنوں میں تکمیل چاہتے ہیں تو ہمیں مسیح میں غالب آنے والا

بننا پڑے گا۔

اسرائیل اپنے نام کی تبدیلی کی وجہ سے کھو گیا

ہمیں لازماً یہ سمجھنا چاہیے کہ جب خُدا نے اسرائیل کو منتشر کیا تو اُس نے اُن سے اُن کا پیدائشی نام واپس لے لیا، اور اُنھیں دُوسرے ناموں سے پکارا گیا جیسا کہ گھومری (جمر)۔ پھر خُدا نے اُن کو اسرائیلی کہلانے کی اجازت نہیں دی کیوں کہ اُن کی بت پرستی اُن کے نام کے معنی کی گواہی نہیں دیتی تھی۔

اِس بات پر غور کرنا نہایت ضروری ہے کہ اسرائیل کے چوگرد بسنے والی قومیں اُن کو اسرائیل کے نام سے نہیں پکارتی تھیں۔ میرل انگر (Merrill Unger) کی کتاب Archeology and the Old Testament کے صفحہ ۲۴۳ پر اِس بات کی تصدیق ہوتی ہے:

> ''اسرائیل اور اُسور کے مابین ابتدائی ربط غالباً عمری کے زمانے میں ہوا، کیوں کہ اُس وقت سے اسرائیلی کا ذکر میخی دستایزات میں بہ طور بیت عمری (عمری کا گھرانہ) کیا گیا یہ سرکاری لقب سامریہ کے شہر کے لیے استعمال کیا گیا۔ مزید برآں اسرائیل کے بادشاہ لیے مارعمری ('بیٹا' عمری کا شاہی جانشین) استعمال کیا جانے لگا۔ ایک صدی بعد تگلت پلاسر اسرائیلی زمین کا ذکر کرتے ہوئے اُن کا سرکاری نام بیت عمری استعمال کرنا اِس بات کا ثبوت ہے کہ عمری ایک حکمران کے طور پر اسرائیل کی تاریخ میں بہت اہم ہے۔''

عمری یا بیت عمری کا مطلب ''عمری کا گھر'' ہے۔ اِس کا اصل تلفظ گھومری یا گمری ہے۔ تھیفلس جی پینچیز (Theophilus G. Pinches) نے ۱۹۰۲ء میں اپنی شائع ہونے والی کتاب The Old Testament in the Light of the Historical Records and Legends of Assyria and Babylonia میں اِس کا ذکر کیا۔ وہ کہتا ہے:

> ''یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ''یوا'' (یحو) نام کی اُسوری شکل ظاہر کرتی ہے کہ اِس کا بولتے ہوئے آخر میں مجہول الف تھا، لہٰذا عبرانیوں نے اُسے لازمی یحوا (ہیوا) کہا ہوگا۔ عمری کے تلفظ کو اُسی پرانے نظام کے تحت کیا گیا، اِس سے پہلے کہ غین عین بن جائے۔ عمری ظاہر کرتا ہے کہ اُنھوں نے اُس وقت اُسے گھومری کہا تھا۔''

لہٰذا نام گھومری (جمر) اسرائیل کے بادشاہ عمری سے ماخوذ ہے، ایک طاقت ور لیکن بدکار بادشاہ جس کا ذکرا۔سلاطین ۱۶: ۲۳ میں کیا گیا ہے۔

''شاہِ یہوداہ آسا کے اکتیسویں سال سے عمری اسرائیل پر سلطنت کرنے لگا اُس نے بارہ برس سلطنت کی۔''

نظریہِ ادواریت کے ماننے والے اپنی لاعلمی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ جمر، گھومری، حومریہ اور جیمیرا یافت کے بیٹے جمر سے ماخوذ ہیں جس کا ذکر پیدایش ۱۰: ۲ میں ہوا ہے۔

''جمر اور ماجوج اور مادی اور یاوان اور توبل اور مسک اور تیراس۔''

ڈاکٹر بولنگر کے پیدایش ۱۰: ۳ پر نوٹ میں کچھ اِس طرح سے لکھا ہے:

''جمر: اُسوریوں میں گیمرا (ہیروڈوٹس کے کیمرین) گال قوم کے آباؤاجداد۔''

بولنگر نے یافت کے بیٹے جمر کو ہوسیع کی بیوی کے ساتھ خلط ملط کر دیا جو کہ اسرائیلی قوم کی ایک نبوتی تصویر تھی۔ اگر بولنگر نے یہ نوٹ پیدایش ۱۰: ۳ کی بجائے ہوسیع ۱: ۳ کی وضاحت کے لیے لکھا ہوتا تو پھر وہ اپنی اِس وضاحت میں دُرست ہوسکتا تھا، کیوں کہ ہوسیع کی بیوی جمر (گھومری) کا نام اُس وقت اسرائیل کے گھرانے کے سرکاری نام کے ساتھ مماثلت رکھتا تھا، جیسا ہم نے اُسوری دستاویزات میں دیکھا۔

یہ حقیقت ہے کہ گال اور یورپ میں دُوسرے بہت سے لوگوں کی ابتدا اُسور کی قدیم سرزمین سے ہوئی جو ۶۰۷ ق م میں اُسوریوں پر بابلیوں کے تسلط کے بعد یورپ کی جانب ہجرت کر گئے۔ یہ اسرائیلی اُسوریوں میں گیمیرا کے نام سے جانے جاتے تھے۔

مورخین تمام قدیم دستاویزات سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ نام اسرائیل کے بادشاہ عمری (گھومری) سے اخذ کیا گیا۔ اِس کی تصدیق نیو اسٹینڈرڈ جویش انسائیکلوپیڈیا (ایڈیشن ۱۹۷۰ء) کے صفحہ ۱۴۷۱ سے بھی ہوتی ہے:

''موآبی پتھر کے مطابق، اُس (عمری) نے موآب کو زیر کیا۔ اسوریوں نے اُس کی پوری زندگی اسرائیل کی سلطنت کو اُسی کے نام سے پکارا۔''

گیمیری اسرائیلیوں (Gimmirri-Israelites) کو دُوسری زبانوں میں ساکا (Saka) کہا گیا، لیکن یہ وہی لوگ تھے۔ ہم اِسے شاہِ فارس دارا کے مقبرے پر دیکھ سکتے ہیں جو بہستون (Behistun)

میں واقع ہے۔ وہاں پر کی گئی کندہ کاری میں اُن تمام اقوام اور لوگوں کے نام درج کیے گئے ہیں جن پر دارا نے حکومت کی، اُن میں گیمیری کا نام بھی شامل ہے۔ اِس تحریر کو تین زبانوں میں درج کیا گیا۔ وکی پیڈیا بہستون کی کندہ کاری کے بارے میں ہمیں کچھ یوں بتاتا ہے:

''اِس کندہ کاری میں ایک ہی متن کے تین مختلف تراجم شامل ہیں: قدیم فارسی، عیلامی اور بابلی۔''

قدیم فارسی میں اُنھیں ساکا (عام طور پر اس کے ہجے اسکاتھین (scythians)، سکوتھس (skuths) یا اسکاٹس (Scots) کہا گیا۔ عیلامی میں اُنھیں ساکا اور بابلی میں گیمیری کہا گیا۔ لہٰذا گیمیری ہی ساکا ہیں۔ یونانی مورخ ہیروڈوٹس ساکا کو ساکائی لکھتا ہے، جب کہ لاطینی مورخین اِس نام کو ساکسن لکھتے ہیں۔

فی الحقیقت وہ تمام لوگ ایک ہی ہیں جو بائبلی اسرائیلیوں کی نسل سے ہیں اور یہ واضح کرتا ہے کہ کیوں یورپ اُسی علاقے سے آنے والے تارکینِ وطن سے آباد ہوا جہاں بنی اسرائیل کو اسوریوں نے اسیر کیا تھا۔ درحقیقت بہت سے لوگ قفقاز کے پہاڑوں (بحیرہ اسود اور بحیرہ کیسپین کے درمیان واقع) کے ذریعے ہجرت کر گئے، اِسی لیے مورخین نے اُنھیں کا کیشیائی کہنا شروع کر دیا۔

دُوسرے لفظوں میں اُسوریہ میں اسرائیل کا قبرستان یورپ کا سرچشمہ بن گیا جیسے ہی اسرائیلی دُوسری اقوام کی طرف سے دیئے گئے ناموں کے ساتھ یورپ کی طرف ہجرت کر گئے۔

اسرائیل اور یہوداہ کی فوقیت

جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا، اِن اسرائیلی اسیروں میں سے کچھ ایشیا کو چک کے شمالی صوبوں میں ہجرت کر گئے۔ پہلی صدی کے مسیحیوں کے لیے اور زیادہ قابلِ رسائی ہونے کے لیے پطرس اور یعقوب نے اُن کے درمیان مسیحیوں کو خطوط لکھے۔ اُن کو انجیل کی منادی سنائی گئی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ مغرب کی ''مسیحی اقوام'' کے نام سے جانے جانے لگے۔ خُدا نے اِس بات کو یقینی بنایا کہ باقی دُنیا سے پہلے انجیل کی خوش خبری اُن تک پہنچے، کیوں کہ اسرائیل اور یہوداہ سے تعلق کی بنا پر اُنھیں یہ بنیادی فوقیت حاصل تھی۔ پولس رومیوں ۳:۱ میں کہتا ہے۔

''پس یہودی کو کیا فوقیت ہے اور ختنہ سے کیا فائدہ؟ ہر طرح سے بہت۔ خاص کر یہ کہ خُدا کا کلام اُن کے سپرد ہوا۔''

یہوداہ (یہودی) کی فوقیت یہ تھی کہ وہ ''چنے'' ہوئے تھے اور خُدا کا کلام اُن کے سپرد ہوا۔ کوئی دُوسری قوم ایسی امتیازی حیثیت کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ یہ دُوسری اقوام پر کیسی اُتم فوقیت ہے! لیکن اِس ''چنے جانے'' کی حیثیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ اِسے نجات کا راستہ سمجھ لیں۔ دراصل اُن کی فوقیت نے اُنھیں خُدا کے سامنے اور زیادہ جواب دہ بنا دیا، اور اِس عہد کو پامال کرنے کی وجہ سے اُن کی عدالت اور زیادہ شدت سے کی گئی۔

یہوداہ (یہودی) کی فوقیت اسرائیلیوں کی بھی فوقیت تھی حتیٰ کہ وہ منتشر تھے۔ خوش خبری کے پیغام کو حاصل کرنے میں وہ دُوسرے نمبر پر تھے۔ یوں خوش خبری یروشلیم سے یہودیہ اور سامریہ اور پھر یونانی بولنے والی دُنیا تک پہنچ گئی۔ اِس میں ایشیا کے شمالی صوبے بھی شامل ہیں جہاں بہت سے اسرائیلی آباد ہو چکے تھے۔ صدیوں تک خُدا نے اِس بات کو یقینی بنایا کہ اسرائیل کے کھوئے ہوئے قبائل کو سب سے پہلے خوش خبری کا پیغام دیا جائے۔ باقی دُنیا کو تقریباً اٹھارہ صدیوں تک انتظار کرنا پڑا اِس سے پہلے کہ اُن کے پاس مسیحی مشنریز خوش خبری کا پیغام لے کر آئے۔

اِس لمبی تاخیر کی وجہ یہ تھی کہ کلیسیا نے بنیادی طور پر یورپ میں ''غیر مہذب'' (سائیتھین) قبائل پر اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ تیسری صدی کے بعد اُن کے تبدیل ہونے کی زیادہ تر وجوہات مادی اور سیاسی تھیں۔ لہٰذا وقت کے ساتھ جب مسیحیت مغرب میں مستحکم ہوئی تو اُس سے پہلے یہ خوش خبری کی سادگی اور مسیح کی محبت کو کھو چکے تھے۔ اِس لیے جب خوش خبری دُوسری اقوام تک پہنچی تو اُن لوگ کو بہ طور مذہبی حریف اور سیاسی دشمن دیکھا بجائے کہ اُنھیں اُن لوگوں کے طور پر دیکھا جاتا جنھیں مسیح کی محبت کو جاننے کی ضرورت تھی۔

صدیوں کے دوران یہ اسرائیلی (یا زیادہ دُرُست طور پر اسیری کے سابقہ اسرائیلی) دُنیا کی تاریخ کی سب سے بڑی انسانی ہجرت کا حصہ تھے۔ وہ اُسور سے یورپ کی جانب منتقل ہوئے اور بالآخر امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور دُنیا کے بہت سے دُوسرے حصوں میں چلے گئے۔ اگرچہ وہ مسیحی اپنے نام میں مسیح کے کردار کی بہت کم سمجھ رکھتے تھے اور وہ کلامِ مقدس سے زیادہ طریقہ عبادت پر دھیان دیتے ہیں۔ اِس لیے اکثر اُنھوں نے اُن غیر ملکی علاقوں کے مقامی باشندوں کو شدید ظلم وستم کا شکار بنایا۔ گناہوں سے آزادی کی پیشکش

کرتے ہوئے اُنھوں نے اُن کو دوبارہ کلیسیا کی بالادستی کے تحت غلام بنالیا۔

اگر یہودی اسرائیل نہیں ہیں تو پھر کون اسرائیل ہے؟

اولاً، اِس موجودہ بحث کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہودی اسرائیلی نہیں ہیں۔ ثانیاً، اگر اسرائیل کے دوبارہ جمع ہونے کو نسلی تناظر میں دیکھیں تو یہ یہودی ریاست اسرائیل نہیں ہے۔

جدید نظریہ ادواریت کے ماننے والوں کی سب سے کلیدی بنیادوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہودی اسرائیلی ہیں، اِس تصور نے یہودی مائل مسیحیوں کو پروان چڑھایا۔ عام طور پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہودی اپنی نسلی وراثت کی وجہ سے چنے ہوئے ہیں۔ پھر اُنھیں ''اسرائیل'' کہہ کر یہودی لوگوں کو یوسف کے پہلوٹھے کا حق دینے سے ہم اِس غلط تصور کو اور زیادہ پروان چڑھاتے ہیں۔ یہ تمام بنیادی مفروضے غلط ہیں اور اِس کا مطلب ہے کہ اِس پورے الٰہیاتی ڈھانچے کی بنیاد ریت پر ہے۔

دانی ایل کا سترواں ہفتہ جیسا کہ اُس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ وہ بڑی مضبوطی سے اسرائیلی ریاست سے پیوست ہے، جسے اسرائیل کا دوبارہ جمع ہونا سمجھا جاتا ہے۔ چوں کہ اُنھوں نے اِس کو بھی خالصاً نسلی معاملہ بنا دیا ہے، اِس لیے وہ یہودیوں کو یسوع مسیح کو قبول کیے بغیر ''برگزیدہ اور چنے'' ہوئے بنا دیتے ہیں۔ وہ لوگوں کو مائل کرتے ہیں کہ پرانا عہد ابھی بھی قابلِ عمل ہے، لیکن عبرانیوں ۸:۱۳ میں کہا گیا ہے کہ وہ ''پرانا اور مدت'' کا ہو چکا ہے۔

ایک غیر قوم کلیسیا

یہودی مائل مسیحی ایک ''غیر قوم کلیسیا'' کا تصور پیش کرتے ہیں۔ لیکن کیا ہوگا اگر مسیحیوں کی اکثریت کلیسیا کی پہلی انیس صدیاں دراصل اسیری میں نسلی اسرائیلی تھے؟ یہ بات نظریہ ادواریت کے ماننے والوں کو الٰہیاتی دُنیا میں قابلِ تضحیک بنا دیتی ہے، کیوں کہ اگر چنے جانے کی شرط نسب نامہ ہے تو پہلی صدی کی کلیسیا کی اکثریت پہلے سے ہی چنی ہوئی ہوتی۔

یوروپی کلیسیا نسلی طور پر اسرائیلی تھی، لیکن چوں کہ خُدا نے اُنھیں چھوڑ دیا تھا اِس لیے اب اُن کے پاس کسی قسم کا حق نہیں تھا کہ وہ اُس نام کو استعمال کرتے۔ اسرائیلی حیثیت دوبارہ حاصل کرنے کے لیے اُنھیں

لازمی توبہ کرنے اور یسوع مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے رُوحانی تبدیلی سے گزارنے کی ضرورت تھی۔ یہ عمل دو مراحل میں ہونا تھا۔ پہلے مرحلے میں لوگوں کو یسوع مسیح کے پہلے زمینی مقصد پر ایمان لانے کی ضرورت تھی جس میں وہ دُنیا کے گناہ کے فدیہ کے لیے بہ طور خُدا کا برّہ آیا۔ یہ عمل اُنھیں یہوداہ کے قبیلے میں شامل ہونے کی اجازت دیتا ہے۔

میں پہلے ہی چوتھے باب میں اِس بات کو ظاہر کر چکا ہوں کہ کلیسیا یہوداہ کے قبیلے کا تسلسل ہے۔ وہ یہودی جنھوں نے داؤد کے تخت کے جائزہ وارث (یسوع) ہونے کی پیروی کی وہ واحد قبائلی اراکین تھے جو یہوداہ کے قبیلے میں رہ گئے۔ بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو اُس کے لوگوں میں سے کاٹ دیا گیا۔ ''اچھے انجیروں'' (یرمیاہ ۲۴) کو یہوداہ میں رہنے دیا گیا جب کہ ''بُرے انجیروں'' کو کاٹ دیا گیا۔

اِسی لیے پولس نے رومیوں ۲: ۲۸، ۲۹ میں کہا کہ حقیقی یہودی (یہودی یا یہوداہ کے قبیلے سے) وہ ہیں جنھوں نے نئے عہد کو اُس کے ''نشان'' یعنی دل کے ختنہ کے ساتھ قبول کیا ہے۔ اِس کے برعکس وہ لوگ جنھوں نے پرانے عہد کو اُس کے نشان یعنی جسمانی ختنہ کو قبول کیا ہے وہ یہودی نہیں ہیں۔

یوں کلیسیا یہوداہ تھی۔ اُس نے یہوداہ کی جگہ نہیں لی۔ یہ ابتدا سے ہی یہوداہ تھی۔ اِس قوم کے لیے بہت سی دُوسری قوموں کی شاخیں پیوند کی گئیں، لیکن پھر بھی یہ انجیر کا درخت تھی جس کی جڑ داؤد کی اصل تھی (مکاشفہ ۵: ۵)۔ کلیسیا کا حصہ بننا ہرگز نسلی معاملہ نہیں بلکہ یہ قومی شہریت کا معاملہ ہے۔ یہ شہریت ایمان کے وسیلے ملتی ہے، جس کے بعد ایک رسمی ساکرامنٹ ادا کیا جاتا ہے جسے بپتسمہ کہا جاتا ہے، جس کے ذریعے انسان اپنی پرانی شہریت میں مر جاتا ہے اور نئی شہریت میں جی اُٹھتا ہے۔

مسیح پر ایمان لانے اور گناہ کے لیے اُس کی قربانی کو قبول کرنے اور داؤد کے تخت پر اُس کے حقیقی حق کو تسلیم کرنے سے ہمیں یہوداہ کے قبیلے کی شہریت مل جاتی ہے جس پر یسوع مسیح کی حکمرانی ہے۔ یہ نسلی معاملہ نہیں ہے بلکہ اِس کے برعکس یہ یہوداہ کے قبیلے میں قانونی شہریت کا معاملہ ہے۔

دُوسرے مرحلے میں اسرائیلی بننے کے لیے مسیح کی دُوسری آمد کے زمینی مقصد کو قبول کرنا پڑے گا، جب وہ اسرائیلی یوسف کے طور پر آئے گا۔ یسوع کو لازمی دو بار آنا چاہیے تاکہ یہوداہ کے عصا کو یوسف کے پہلوٹھے کے حق کے ساتھ جوڑا جا سکے۔ اپنی آمدِ ثانی میں ''وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے'' (مکاشفہ ۱۹: ۱۳)۔ یہ اُس کی شناخت بہ طور یوسف کراتی ہے (پیدایش ۳۷: ۱۳)۔ اِس موضوع کی مکمل

تفصیل کے لیے آپ میری کتاب ''آمدِ ثانی کے بھید'' کا مطالعہ کریں۔

اسرائیلی بننا غالب آنے والا بننا ہے۔ یہ محض ایمان سے راست باز بننے سے کہیں آگے ہے۔ اگرچہ ایمان دار بادشاہی کے شہری ہیں جب کہ غالب آنے والے بادشاہی کے حکمران ہیں۔ جیسے ایمان لانے کے لیے کسی مخصوص نسل سے ہونا ضروری نہیں اُسی طرح غالب آنے والا بننے کے لیے کسی خاص نسل سے ہونا ضروری نہیں۔ غالب آنے والا بننے کا تعلق کردار اور مسیح کے ہم شکل ہونا سے ہے نہ کہ کسی مخصوص نسل یا قبیلے سے ہونا۔

خُدا کی نظر میں کلیسیا عمومی طور پر یہوداہ کے قبیلے سے ہے جب کہ غالب آنے والے اسرائیل سے ہیں۔ کلامِ مقدس کے عام معنوں میں اِن میں سے کوئی بھی گروہ ''غیر قوم'' نہیں۔ لوگ نسلی طور پر یہوداہ کے قبیلے سے ہونے کی وجہ سے خُدا کی بادشاہی کے شہری ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی کوئی اسرائیلی ہونے کی وجہ سے حکمران ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ اب دونوں درجات کی بنیاد صرف یسوع مسیح کے ساتھ تعلق پر ہے۔

اگر یہودی نسل سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص دوبارہ بادشاہی کی شہریت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُسے یسوع مسیح پر ایمان لانا ہوگا۔ اگر پراگندہ سابقہ اسرائیلیوں میں سے کوئی اسیری سے نکل کر دوبارہ خُدا کی بادشاہی کا شہری بننا چاہتا ہے تو اُسے بھی یسوع مسیح پر ایمان لانا پڑے گا۔ ہم سب کو ایک ہی دروازے سے داخل ہونا پڑے گا، کیوں کہ جیسے پولس ہمیں بتاتا ہے، ''کیوں کہ کچھ فرق نہیں'' (رومیوں ۳:۲۲)۔

اگر کوئی خُدا کی بادشاہی میں حکمرانی کرنا چاہتا ہے تو پھر اُسے ایمان کو بڑھانا ہوگا، ایمان سے راست باز ہونے سے آگے بڑھنا ہوگا اور مسیح اور زمین کے لیے اُس کے منصوبے کے ساتھ مکمل طور پر متفق ہونا ہوگا۔ (مزید تفصیل کے لیے میری کتاب ''غالب آنے والا کیسے بننا ہے'' کا مطالعہ کریں)

جدائی کی دیوار

نظریۂ ادواریت کے ماننے والوں اور یہودی مائل مسیحیوں نے جدائی کی اُس دیوار کو دوبارہ تعمیر کیا جو یہودیوں کو ''غیر اقوام'' سے جُدا کرتی تھی۔ یروشلیم کی پرانی ہیکل کے بیرونی صحن میں ایک دیوار تھی جو یہودی مردوں کو عورتوں اور غیر یہودیوں سے الگ کرتی تھی۔ خُدا نے کبھی بھی موسیٰ کو خیمۂ اجتماع میں ایسی دیوار تعمیر

کرنے کے بارے میں نہیں کہا تھا، اور نہ ہی اُس نے داؤد یا سلیمان کو ہیکل میں اِس طرح کی کوئی دیوار تعمیر کرنے کے ہدایت دی تھی۔

یہ ایک انسانی روایت تھی جس نے خُدا کی شریعت کو باطل کر دیا تھا۔ یسوع آیا تا کہ اِس جدائی کی دیوار کو گرا دے اور دونوں گروہوں کو ایک اکائی میں پرو دے۔ پولس افسیوں ۲:۱۴-۲۲ میں اِس کا ذکر کرتا ہے۔

> ''کیوں کہ وہی ہماری صلح ہے جس نے دونوں کی ایک کر لیا اور جدائی کی دیوار کو جو بیچ میں تھی ڈھا دیا۔۔۔تا کہ دونوں سے اپنے آپ میں ایک نیا انسان پیدا کر کے صلح کرا دے۔۔۔کیوں کہ اُسی کے وسیلہ سے ہم دونوں کی ایک ہی رُوح میں باپ کے پاس رسائی ہوتی ہے۔ پس اب تم پردیسی اور مسافر نہیں رہے بلکہ مقدسوں کے ہم وطن اور خُدا کے گھرانے کے ہو گئے۔''

پولس خُدا کے حقیقی مقدس کی وضاحت کرتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کی نیو پر بنایا گیا جس کے کونے کے سرے کا پتھر یسوع مسیح ہے۔ بہ طور راست باز روایتی یہودیت کی پرانی رکاوٹوں کو ختم کرنے سے ہمیں مسیح میں ''ایک نیا مخلوق'' بنایا جا رہا ہے۔ اِس جدائی کی دیوار کا مقصد ایک گروہ کو دُوسرے گروہ سے زیادہ ''برگزیدہ'' بنانا تھا۔ اِس دیوار نے یہودی مردوں کو خُدا کے قریب جانے کی اجازت دی لیکن عورتوں اور غیر اقوام کے لوگوں کو دُور رکھا گیا، گویا اُن کا خیال تھا کہ وہ خُدا کے قریب جا کر اُسے ناپاک کر دیں گے۔

یہودی مائل مسیحی پرانے یروشلیم میں پرانی ہیکل کی تعمیر کی حمایت کرتے ہیں۔ اگر خُدا ایسی کسی عمارت کو تعمیر ہونے کی اجازت دیتا ہے تو پھر جدائی کی دیوار بھی دوبارہ تعمیر ہو گی۔ اور یہودیوں کو سب لوگوں سے اُوپر ایک خاص مقام دیا جائے گا اور ایک دیوار غیر یہودیوں (مسیحیوں) کو یہودی مسیحا سے دُور رکھے گی۔ وہاں کوئی بھی ''نیا مخلوق'' نہیں ہو گا، بلکہ دو ہوں گے ایک دُوسرے سے کم تر ہو گا اور یقیناً اُس سے محبت بھی تھوڑی رکھی جائے گی اور اُسے استحقاقات بھی کم ملیں گے، یہ آنے والے زمانے میں خُدا کی بادشاہی کے حالات کے بارے میں نظریہ ادواریت ماننے والوں کو عقیدہ ہے۔

اِس خیال کو ماننا ایسے ہی ہے کہ یسوع نے اُس جدائی کی دیوار کو عارضی طور پر ایک نام نہاد ''کلیسیائی دَور'' کے دوران ختم کر دیا، محض اِس لیے کہ وہ آنے والے ایک نام نہاد ''یہودی دَور'' میں اُسے دوبارہ تعمیر کرے۔ ہمیں یہ ماننے پر مائل کیا جا رہا ہے کہ ''نئی مخلوق'' موجودہ زمانے کی عشرت کا ایک تصور ہے جس کا

خاتمہ یروشلیم میں مادی ہیکل میں یہودی روایات کے دوبارہ قائم ہونے سے ہو جائے گا، جس میں لاوی اور جانوروں کی قربانیاں پرانے عہد کے تحت دوبارہ شروع ہو جائیں گی۔

میں عبرانیوں کی کتاب کی بنیاد پر اِس سے متفق نہیں ہوں اور یہی ہمارے موجودہ مطالعے کا مقصد ہے۔

باب ۹

اُٹھایا جانا

نظریہ ادواریت کی سب سے بڑی اُمید کلیسیا کا اُٹھایا جانا ہے۔ اِس نظریے کے مطابق کوئی بھی یہودی اُٹھایا نہیں جائے گا، بلکہ وہ بڑی مصیبت کے دوران زمین پر رہیں گے۔ یہ نظریہ اِس غلط خیال پر مبنی ہے کہ یہودی اسرائیل کے اُن تمام بارہ قبیلوں کی نمائندگی کرتے ہیں جو مکاشفہ ساتویں باب میں درج ہیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اُٹھایا جانا دانی ایل کے سترویں ہفتے کے آغاز میں ہوگا، دُوسروں کے مطابق یہ ہفتے کے وسط میں ہوگا، جب کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ہفتے کے اختتام پر ہوگا۔ یقیناً یہ تمام نظریات اُٹھائے جانے کی بات کرتے ہیں۔ اِن میں اختلاف صرف اُس کے وقت کے متعلق ہیں۔ لیکن اِن میں کوئی بھی مسیح کی آمدِ ثانی کو اُس طرح سے نہیں سمجھتا جس طرح اِن کی پیشین گوئی اسرائیل کی عید کے دنوں میں کی گئی ہے۔

اسرائیل کی عید کے دنوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ بہار کی عیدیں (فسح اور پنتکست) زمین پر مسیح کے پہلے کام کی پیشین گوئی کرتی ہیں، خزاں کی عیدیں (نرسنگوں کی عید، یومِ کفارہ، عیدِ خیام) اُس کی آمدِ ثانی کے پاس کے واقعات کی پیشین گوئی کرتی ہیں۔

نظریہ ادواریت کے ماننے والوں نے عید کے دنوں کی نبوتی سمجھ کے بغیر اُٹھائے جانے کے اپنے نظریے کو پروان چڑھایا۔ اِس لیے وہ عہدِ جدید کے بہت سے بیانات کی غلط تشریح کرتے ہیں جو عید کے دنوں کا پیشگی علم فرض کیے جاتے ہیں۔

مسیح کی آمدِ ثانی عہدِ عتیق اور عہدِ جدید دونوں میں ایک نہایت اہم موضوع ہے۔ اِس کی پیشین گوئی شریعت اور انبیا نے کی اور اُس کی آمدِ ثانی کے کچھ اہم ترین نمونے موسیٰ کے تحت درج کیے گئے، جب خُدا کوہِ سینا پر اُترا اور موسیٰ "صبح سویرے اُٹھ کر" (خروج ۳۴:۴) پہاڑ پر بادلوں میں اُسے ملنے کے لیے گیا۔

مسیح کی دو آمدوں کو احبار ۱۴ اور ۱۶ ابواب میں دو پرندوں اور دو بکروں کی شریعت میں بیان کیا گیا، یہ سب مسیح کی نمائندگی کرتے ہیں۔ احبار ۱۴ باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ کوڑھیوں کو پاک کرنے کے لیے دو

پرندوں (قمریوں) کولیا جاتا تھا۔ کوڑھ دھیمی موت (فنا پذیری) کی ایک قسم ہے، جس پر ایک پرندے کے ذریعے نہیں بلکہ دو پرندوں کے ذریعے قابو پایا جاتا۔ پہلے پرندے کو ذبح کیا جاتا، یہ مسیح کی پہلی آمد میں اُس کی موت کی تصویر کشی کرتا ہے، دُوسرے پرندے کو پہلے پرندے کے خون میں ڈبویا جاتا اور اُسے کھلے میدان میں چھوڑ دیا جاتا (احبار۱۴:۵-۷)۔ اِسی لیے مکاشفہ ۱۹:۱۳ مسیح کی آمد ثانی میں خون میں ڈوبی ہوئی پوشاک کے ساتھ اُسے کھیت (یعنی دُنیا، متی۱۳:۳۸) میں چھوڑے جانے کا تصور پیش کرتا ہے۔

اِسی طرح ہم احبار۱۶ اباب میں گناہ کو پاک کرنے کے لیے دوبکروں کی قربانی کو دیکھتے ہیں۔ پہلے کو ذبح کیا جاتا جو صلیب پر مسیح کی موت کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ دُوسرے بکرے کو زندہ ہی بیابان میں چھوڑ دیا جاتا (اِس کے معنی بھی کھیت جیسے ہی ہیں)۔

لہٰذا اِس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت مسیح کی دو آمدوں کے بارے میں پیشین گوئی کرتی ہے۔ سوال یہ نہیں کہ وہ واپس آئے گا، بلکہ یہ ہے کہ وہ کیسے واپس آئے گا۔ بہت سے لوگوں نے یہ بھی جاننے کی کوشش کی کہ وہ کب آئے گا۔

بہار کی عیدیں کیسے پوری ہوئیں

مسیح کی آمد کی سب سے اہم تفصیلات اسرائیلی عیدوں کی پیشین گوئیوں میں پائی جاتی ہیں۔ عید کے دنوں کو دو حصوں یعنی بہار اور خزاں کی عیدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اِسی طرح ہر روز کی قربانیوں کو صبح اور شام کی قربانیوں میں تقسیم کیا گیا۔ اِن سب کا مقصد مسیح کی دو آمدوں کی تصویر کشی کرنا ہے۔

موسمِ بہار کی عیدیں مسیح کی پہلی آمد میں پوری ہوئیں۔ وہ فسح کے برّے کے طور پر ابیب۱۴ (یا نیسان ۱۴) کی سہ پہر اُس وقت مصلوب کیا گیا جب لوگ اپنے برّوں کو قربان کر رہے تھے۔ احبار۲۳:۱۱ کے مطابق فسح کے بعد پہلے اتوار کو وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا۔

> ''اور وہ (سردار کاہن) اُسے خُداوند کے حضور ہلائے (جو) تا کہ وہ تمھاری طرف سے قبول ہو اور کاہن اُسے سبت کے دُوسرے دِن صبح کو ہلائے۔''

یسوع اُس وقت مُردوں میں سے جی اُٹھا جب ابھی اندھیرا ہی تھا، غالباً اُس وقت جب کاہنوں کا نیا

دستہ ایک ہفتے کے لیے اپنے فرائض سرانجام دینے کے لیے ہیکل میں پہنچا۔ اُنھیں تقریباً صبح تین بجے کے قریب پہنچنا پڑتا، تاکہ صبح کی قربانی کی تیاری کرسکیں۔

جو کے پولے کو صبح کی قربانی کے وقت دن کے تیسرے پہر ہلایا جاتا۔ یہ وہ وقت تھا جب یسوع کو آسمان میں باپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُسے اپنے جی اُٹھنے کے بعد کچھ گھنٹے انتظار کرنا پڑا جب تک کہ سردار کاہن پولا نہیں ہلاتا، کیوں کہ یہ وہ مقررہ وقت تھا جس کی شریعت میں پیشین گوئی کی گئی تھی کہ وہ تخلیق کے پہلے پھلوں کے طور پر پیش کیا جائے (۱۔کرنتھیوں ۱۵:۲۳)۔

جو کے پولے کے ہلائے جانے کے سات ہفتے بعد ہیکل میں پنتکست کی گیہوں کی قربانی پیش کی جاتی (احبار ۲۳:۱۷)۔ یہ بھی صبح کی قربانی کے وقت دن کے تیسرے پہر پیش کی جاتی۔ یہ وہ لمحہ تھا جب آگ آسمان سے نازل ہوئی اور لوگوں کے دلوں کی قربانی کو قبول کیا۔ لیکن خُدا نے ہیکل میں پیش کی جانے والی قربانی کی توثیق نہ کی۔ بلکہ وہ بالا خانہ میں شاگردوں پر اُترا اور اُن کی حقیقی ''گیہوں'' کی قربانی کی توثیق کی (اعمال ۲:۱-۳)۔

جب شاگرد غیر زبانوں میں نبوت کرنے لگے، کچھ لوگوں نے خیال کیا کہ وہ نشے میں ہیں۔ پطرس نے ۱۵ آیت میں جواب دیا۔

''کہ جیسا تم سمجھتے ہو یہ نشہ میں نہیں کیوں کہ <u>ابھی تو پہر ہی دِن چڑھا ہے</u>۔''

ایک بار پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وقت کی کتنی اہمیت ہے۔ شریعت میں مصلوبیت کے وقت کے بارے میں پیشین گوئی کی گئی تھی (۱۴ ابیب کی سہ پہر کا وسط)۔ اُس کے جی اُٹھنے کے بارے میں بھی پیشین گوئی کی گئی تھی (کاہنوں کے نئے دستے کے آنے پر)۔ دن کے تیسرے گھنٹے اُس کے پہلے پھلوں کے طور پر پیش کیے جانے کے متعلق بھی پیشین گوئی کی گئی تھی۔ اِس بات کی بھی پیشین گوئی کی جاچکی تھی کہ رُوح القدس کا نزول پنتکست پر دن کے تیسرے گھنٹے ہوگا، جب سردار کاہن میدے کے دو گردے پیش کرے گا۔

خزاں کی عیدیں کیسے پوری ہوئیں

جب ہم موسمِ بہار کی عیدوں اور عہدِ جدید کے واقعات کے درمیان ربط کا مطالعہ مکمل کرلیں گے جو کہ مسیح کی پہلی آمد سے علاقہ رکھتا ہے تو ہمیں خُدا کے منصوبوں کے بارے میں خاصی شناسائی حاصل ہو جائے گی کہ

کیسے شریعت بھی اُس کی آمد ثانی کے بارے میں پیشین گوئی کرتی ہے۔خزاں کی عیدیں (نرسنگوں کی عید، یومِ کفارہ اور عیدِ خیام) اُس کی آمد ثانی کے واقعات کی پیشین گوئی کرتی ہیں۔

نرسنگوں کی عید

ساتویں مہینے (عبرانی کیلنڈر کا مہینہ) کی پہلی تاریخ کو نرسنگوں کا پھونکا جانا مُردوں کے جی اُٹھنے کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ یہودی روایتی طور پر اِس دن کو ''بیداری کے دن کی آواز'' کہتے، وہ اکثر اِس دن کی یاد کو منانے کے لیے قبرستانوں میں جاتے، کیوں کہ وہ اِس بات کو مانتے تھے کہ یہ دِن مُردوں کے جی اُٹھنے کی پیشین گوئی کرتا ہے۔

پولس ا۔تھسلنیکیوں ۴: ۱۶ میں ہمیں بتاتا ہے کہ ''پہلے تو وہ جو مسیح میں موئے جی اُٹھیں گے۔'' یہ خزاں کی عیدوں کی تکمیل کے واقعات میں سے پہلا واقعہ ہے۔ پولس ا۔کرنتھیوں ۱۵: ۵۲ میں بھی کہتا ہے۔

> ''اور یہ ایک دَم میں۔ایک پل میں۔ پچھلا نرسنگا پھونکتے ہی ہوگا کیوں کہ نرسنگا پھونکا جائے گا اور مُردے غیر فانی حالت میں اُٹھیں گے اور ہم بدل جائیں گے۔''

اُن دنوں جب گواہ غروبِ آفتاب کے وقت افق پر پہلے دن کے چاند کو دیکھ لیتے تو نرسنگے کا پھونکا جانا نئے مہینے کے آغاز کا اعلان کرتا۔ساتویں مہینے کے پہلے دن ایک خاص نرسنگا پھونکا جاتا جسے ''پچھلا نرسنگا'' کہا جاتا، کیوں کہ یہ اصل موسوی عیدوں کا آخری مہینہ ہوتا تھا۔

جہاں تک مسیح کے واپس آنے کے وقت کا تعلق ہے، پولس ا۔تھسلنیکیوں ۴: ۱۶ میں اشارہ کرتا ہے کہ مُردوں کے جی اُٹھنے پر خُداوند ''خود آسمان سے'' اُتر آئے گا، یعنی جب ساتویں مہینے کی پہلی تاریخ کی صبح نرسنگا پھونکا جائے گا۔اگر ایسا ہے تو پھر مسیح کی آسمان سے واپسی میں صرف اُس کا نزول شامل نہیں ہے۔ابھی سر کا بدن سے ملنا باقی ہے، لیکن وہ زندہ مقدسوں کے تبدیل ہونے اور اُن کے غیر فانی ہونے تک ایسا نہیں کرسکتا۔

اِس تبدیلی کے بارے میں پیشین گوئی کی گئی کہ یہ عیدِ خیام کے پہلے دن ہوگی جو کہ مُردوں کے جی اُٹھنے کا نرسنگا پھونکنے کے دو ہفتے بعد ہوگی۔آگے چل کر ہم عیدِ خیام کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

لہٰذا ساتویں مہینے کے پہلے دن ''نرسنگوں کی عید'' مُردوں کے جی اُٹھنے کی پیشین گوئی کرتی ہے۔لیکن بہت سی جدید تعلیمات کے برعکس سب کچھ اُسی دن نہیں ہوگا۔ یہ محض آخری وقت کے اختتام کے واقعات کی

شروعات ہے۔

یومِ کفارہ

نرسنگوں کا پھونکا جانا توبہ اور مشاہدہِ باطن کے دس دنوں کے وقت کا آغاز تھا جو ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو یومِ کفارہ پر اختتام پذیر ہوتا۔ جب مُردوں کو زندہ کیا جائے گا تو کلیسیا سمیت کئی لوگ توبہ کریں گے، کیوں کہ بہت سے مسیحی جب دیکھیں گے کہ ''اُٹھایا جانا'' واقع نہیں ہوا تو وہ حیران اور خوف زدہ ہوں گے یا شاید وہ یہ فرض کریں کہ لوگ اُٹھائے جا چکے ہیں اور وہ پیچھے رہ گئے ہیں۔

اُن کے علمِ آخرت کے نظریات میں فوراً کچھ بڑی تبدیلیاں کرنے کی ضرورت پڑے گی، کیوں کہ جب مُردوں کو زندہ کیا جائے گا تو زندہ مقدسین اُسی دن اُٹھائے نہیں جائیں گے۔ اُٹھائے جانے کا وقت عیدِ خیام کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

عیدِ خیام

یومِ کفارہ کے پانچ دن بعد عیدِ خیام کا آغاز (۱۵/۷) ہوتا ہے۔ یہ عید پورا ہفتہ جاری رہتی اور آٹھویں دن (۲۲/۷) ایک آخری تقریب کے ساتھ اِس کا اختتام ہو جاتا۔ یہ عید اُس تبدیلی کی پیشین گوئی کرتی ہے جو اُن لوگوں کے بدن میں ہوگی جو آخری دور میں زندہ ہوں گے۔ پولس ۱۔کرنتھیوں ۱۵:۵۱ میں کہتا ہے۔

> ''دیکھو میں تم سے بھید کی بات کہتا ہوں۔ ہم سب تو نہیں سوئیں گے مگر سب بدل جائیں گے۔''

یہ تبدیلی عیدِ خیام کے پہلے دن ہوگی۔ فانی سے غیر فانی اور فنا پذیری سے دائمی زندگی کی یہ تبدیلی زندہ لوگوں کو اُن لوگوں کے ساتھ ملنے کا موقع فراہم کرے گی جو دو ہفتے پہلے مُردوں میں سے جی اُٹھے تھے۔ اُس وقت اُن کے بدن ایک جیسے ہوں گے کیوں کہ یہ رُوحانی ہوں گے۔ دونوں گروہ اُس وقت تک متحد نہیں ہو سکتے جب تک اُن کے بدن ایک جیسے نہ ہوں۔

یہ بیٹے کو جنم دینے کا بھی وقت ہوگا کیوں کہ ''مسیح جو جلال کی اُمید ہے'' وہی اُن میں رہتا ہے (کلسیوں ۱:۲۷)۔ ایمان دار رُوح القدس کی وساطت سے یسوع اور مریم کے نمونے پر عمل کرتے ہوئے اپنے اندر مسیح کو

پیدا کریں گے۔ مریم رُوح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی (لوقا ۱:۳۵)، جس نے یسوع کو ایک آسمانی باپ اور ایک زمینی ماں کا بیٹا بنایا۔

یوں وہ ابنِ خُدا اور ابنِ آدم دونوں تھا، اُس کی ماں (زمینی) بھی تھی اور باپ (آسمانی) بھی تھا۔ ایسا اِس لیے ضروری تھا تا کہ اُسے زمین اور آسمان دونوں میں اختیار دینے کے لیے شریعت پوری ہو سکے۔

مسیح پر ایمان رکھنے والوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے، کیوں کہ ہم اُس کے ہم میراث ہیں (رومیوں ۸:۱۷)۔ کلیسیا کا عظیم بھید "مسیح تم میں رہتا ہے" (کلسیوں ۱:۲۷)۔ وہ پاک تخم جو ہم میں ہے ایک آسمانی باپ اور زمینی ماں کا مضغہ (fetus) ہے۔ اِن معنوں میں مسیح پر ایمان لانے والے سب اُس کی دلہن ہیں چاہے وہ فطری طور پر مرد ہیں یا عورت۔

جب ہم عیدِ فسح (ایمان سے راست باز ٹھہرنا) کا تجربہ کرتے ہیں، تو ہم رُوح القدس سے حاملہ ہوتے ہیں۔ پنتکست بچے کی نشو و نما (تقدیس) کی پیشین گوئی کرتی ہے۔ عیدِ خیام اِس کی پیدایش کی پیشین گوئی کرتی ہے اور عیدِ خیام کا آٹھواں دن اِس کے ختنے اور اُسے خُدا کے سامنے پیش کیے جانے کی پیشین گوئی کرتا ہے، جسے شریعت کے مطابق لازمی آٹھویں دن ہونا چاہیے۔

وہ مقدس تخم یعنی "مسیح ہم میں" وہ اپنے آپ میں ہم میں نہیں بلکہ یہ ایک نئی انسانیت ہے "ایک نئی مخلوق" ہے (۲۔ کرنتھیوں ۵:۱۷)۔ یہ مسیح کی توسیع ہے کیوں کہ یہ اُس کا بدن ہے۔ تاہم یہ ہماری ذات بھی ہے کیوں کہ یہ حقیقت میں ہم ہی تو ہیں۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم وہ نئی مخلوق بن رہے ہیں۔ ہمارے اندر کا فطری انسان راخل کی طرح بچے کی پیدایش پر مر جاتا ہے (پیدایش ۳۵:۱۸)، اور ہمیں ایک نیا وجود اور انسانیت ملتی ہے جو غیر فانی، پائدار، کامل اور مکمل ہے۔

جب زندہ مقدسین کو تبدیل کر دیا جائے گا اور عیدِ خیام کے پہلے دن بیٹے کا جنم ہو گا تو وہ اُسی طرح کے کامل بدن سے لطف اندوز ہوں گے جو بدن زندہ کیے جانے والے مُردوں کو دو ہفتے پہلے نرسنگوں کے پھونکے جانے پر دیا گیا تھا۔ اُس وقت وہ کامل ہم آہنگی میں ایک بدن میں متحد ہو جائیں گے۔

تاہم یہ بدن اُس وقت تک نامکمل رہے گا جب تک سر اِس کے ساتھ متحد نہیں ہوتا۔ سر اُس وقت تک بدن کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتا جب تک بدن خود ایک نہیں ہوتا، اِس لیے سر کا جسم کے ساتھ متحد ہونا عیدِ خیام کے وسط میں ہونا چاہیے۔ اِسے لازماً پہلے دن اور آٹھویں دن کے درمیان کسی وقت ہونا چاہیے جب یہ نیا تخلیق

شدہ انسان (بدن اور سر سمیت) اپنی کامل حالت میں باپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

عیدِ خیام کا وسط

میرا ایمان ہے کہ سر کا بدن کے ساتھ ملاپ عیدِ خیام کے پہلے اور آٹھویں دن کے درمیان کسی وقت ہو گا۔ اِس واقعہ کا بائبلی نمونہ یوحنا ساتویں باب میں دکھایا گیا ہے، یہ واحد واقعہ ہے جہاں یسوع نے عیدِ خیام کو منایا۔ ہم یوحنا ۷:۲ میں پڑھتے ہیں۔

''اور یہودیوں کی عیدِ خیام نزدیک تھی''۔

یسوع نے چھٹی سے آٹھویں آیات میں اپنے شاگردوں سے کہا کہ وہ اُس سے پہلے یروشلیم کو جائیں۔

''پس یسوع نے اُن سے کہا کہ میرا تو ابھی وقت نہیں آیا مگر تمھارے لیے سب وقت ہیں۔۔۔تم عید میں جاؤ۔ میں ابھی اِس عید میں نہیں جاتا کیوں کہ ابھی تک میرا وقت پورا نہیں ہوا۔''

لیکن جب اُس نے اپنے شاگردوں کو آگے بھیج دیا تو وہ ظاہراً نہیں بلکہ پوشیدہ طور پر عید میں گیا۔ ہم یوحنا ۷:۱۰-۱۴ میں پڑھتے ہیں۔

''لیکن جب اُس کے بھائی عید میں چلے گئے اُس وقت وہ بھی گیا۔ ظاہراً نہیں بلکہ گویا پوشیدہ۔۔۔اور جب عید کے آدھے دِن گزر گئے تو یسوع ہیکل میں جا کر تعلیم دینے لگا۔''

یہ بدرجہ اُتم نبوتی واقعہ ہمیں اُس کی آمد ثانی کے وقت کے بارے میں بتاتا ہے۔ ''مقدس'' مسیح کا بدن ہے (۱۔کرنتھیوں ۳:۱۶)۔ اگر چہ وہ اپنے مقدس کے ظاہر ہونے سے پہلے آتا ہے، لیکن جب تک عیدِ خیام کے آدھے دن گزر نہ جائیں وہ پوشیدہ رہتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ اِس حقیقت کی پیشین گوئی ہے کہ یسوع مسیح عیدِ خیام کے آغاز یا اِس سے پہلے آئے گا، لیکن وہ عید کے وسط تک اپنے شاگردوں (حقیقی مقدس) کے ساتھ ربط میں نہیں ہوگا۔

یوحنا ساتویں باب کے واقعہ میں اُسے کچھ وقت کے لیے اپنے آپ کو شاگردوں سے الگ رکھنا تھا تا کہ عید کے وسط میں سر بدن سے پھر ملاپ کر لے۔ اِسی طرح مسیح کی آمدِ ثانی میں، سر اُس وقت تک بدن کے

ساتھ مل نہیں سکتا جب تک پورا بدن عیدِ خیام کے پہلے حصہ میں ''ایک بدن'' نہیں بن جاتا۔ وہ لازمی آٹھویں دن سے پہلے اُن کے ساتھ مل جائے گا جب پورے بدن کو لازماً خُدا کے سامنے پیش کیا جانا چاہیے۔

عیدِ خیام کا آٹھواں دن

''نئے انسان'' کو آٹھویں دن تک خُدا کے سامنے پیش کیے جانے کی اجازت نہ تھی ۔ یہ قانون ہمیں خروج ۲۲:۲۹ اور ۳۰ میں نظر آتا ہے۔

> ''تو اپنی کثیر پیداوار اور اپنے کولھو کے رس میں سے مجھے نذر و نیاز دینے میں دیر نہ کرنا اور اپنے بیٹوں میں سے پہلوٹھے کو مجھے دینا۔ اپنی گایوں اور بھیڑوں سے بھی ایسا ہی کرنا۔ سات دن تک تو بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہے۔ آٹھویں دِن تو اُسے مجھ کو دینا۔''

اِس اجتماعی فرزند کی ''پیدایش'' عیدِ خیام کے پہلے دن ہوگی ۔ مذکورہ بالا شریعت کے مطابق اِس اجتماعی فرزند کو آٹھویں دن پیش کیا جائے گا۔ کسی بھی بیٹے کو باپ کے سامنے صرف آٹھویں دن ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ اپنی پیدایش کے بعد یسوع کو آٹھویں دن ہیکل میں پیش کیا گیا (لوقا ۲:۲۱)۔ اپنے جی اُٹھنے کے بعد یسوع نے سبت کے اگلے دن اپنے آپ کو باپ کے سامنے پیش کیا (احبار ۲۳:۱۱)، آج کل یہ دن ''عیدِ قیامت المسیح'' کے طور پر جانا جاتا ہے یہ آٹھواں دن تھا۔

اِسی طرح ، جہاں تک اجتماعی فرزند کا تعلق ہے اُسے بھی لازمی عیدِ خیام کے آٹھویں دن پیش ہونا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ عیدِ خیام آٹھ دنوں کے ساتھ وابستہ ہے (احبار ۲۳:۳۹)۔ اِسی طرح یوحنا ۷:۳۷-۳۹ کے واقعہ میں یسوع نے عیدِ خیام کے آٹھویں دن خُدا کے جلال کے نزول کی پیشین گوئی کی ۔

> ''پھر عید کے آخری دِن جو خاص دِن ہے یسوع کھڑا ہوا اور پکار کر کہا اگر کوئی پیاسا ہو تو میرے پاس آ کر پیئے۔ جو مجھ پر ایمان لائے گا اُس کے اندر سے جیسا کہ کتابِ مقدس میں آیا ہے زندگی کے پانی کی ندیاں جاری ہوں گی ۔ اُس نے یہ بات اُس رُوح کی بابت کہی جسے وہ پانے کو تھے جو اُس پر ایمان لائے کیوں کہ رُوح اب تک نازل نہ ہوا تھا اِس لیے یسوع ابھی اپنے جلال کو نہ پہنچا تھا۔''

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عید کا خاص دِن عیدِ خیام کا ساتواں دِن ہوتا تھا۔ جب کہ دیگر علما کا ماننا ہے کہ

یہ آٹھواں دِن تھا۔ یہ مسئلہ اُس وقت حل ہو جاتا ہے جب ہم اِس بات کو سمجھ جاتے ہیں کہ یہ خُدا کے بیٹوں کے ذریعے خُدا کے جلال کے ظہور کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ اِس کی پیشین گوئی احبار نویں باب میں بہ طور آٹھواں دن کی گئی ہے۔ یہ احبار آٹھویں اور نویں باب میں کہانتی تقدیس کے عمل میں نظر آتا ہے۔ خُدا نے احبار ۸:۳۵ سے ۹:۱ میں ہارون اور اُس کے بیٹوں کو بتایا:

> ''سو تم خیمہِ اجتماع کے دروازہ پر سات روز تک دِن رات ٹھہرے رہنا اور خُداوند کے حکم کو ماننا تاکہ تم مر نہ جاؤ کیوں کہ ایسا ہی حکم مجھ کو ملا ہے۔ پس ہارون اور اُس کے بیٹوں نے سب کام خُداوند کے حکم کے مطابق کیا جو اُس نے موسیٰ کی معرفت دیا تھا۔ آٹھویں دِن موسیٰ نے ہارون اور اُس کے بیٹوں کو اور بنی اسرائیل کے بزرگوں کو بلایا اور ہارون سے کہا کہ۔''

چناں چہ اُس دِن پورے سات دن کاہنوں کی تقدیس کی گئی اور آٹھویں دن وہ خیمہِ اجتماع سے باہر نکلے۔ آٹھویں دن کی بنیادی تقریب کا ذکر احبار ۹:۴ میں کیا گیا ہے ''کیوں کہ آج خُداوند تم پر ظاہر ہو گا۔'' چھٹی آیت اِس مکاشفہ میں مزید اضافہ کرتی ہے ''اور خُداوند کا جلال تم پر ظاہر ہوگا۔'' اِس کی حقیقی تکمیل ہمیں چوبیسویں آیت میں ملتی ہے:

> ''اور خُداوند کے حضور سے آگ نکلی اور سوختنی قربانی اور چربی کو مذبح کے اُوپر بھسم کر دیا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر نعرے مارے اور سرنگوں ہو گئے۔''

یوں خُداوند کی آگ (جلال) سب لوگوں پر ظاہر ہوئی اور ''سب لوگوں نے یہ دیکھا''۔ یہ آٹھویں دن پیش کیے جانے کے بعد خُدا کے بیٹوں کے ظہور کے نتائج کی پیشین گوئی کرتی ہے۔ اِس لیے میرا ایمان ہے کہ خُدا کے کاہنوں کی لازماً پورے سات دن تک تقدیس کی جانی چاہیے اِس سے پہلے کہ وہ آٹھویں دن ظاہر ہوں۔ لہٰذا یوحنا ۷:۳۷-۳۹ میں عید کے خاص دن یسوع کی رُوح القدس کے نزول کی پیشین گوئی، عیدِ خیام کے آٹھویں دن پر لاگو ہوتی ہے۔

لاوی اور ملکِ صدق کے کاہن

یقیناً ہمارے زمانے میں خُدا نے ملکِ صدق کے ایک نئے کہانتی سلسلے کو قائم کیا ہے، اور موسیٰ کے تحت

کہانت ایک نبوتی نمونہ تھی جس کا اطلاق آج بھی ہوتا ہے۔ ملکِ صدق کا کہانتی نمونہ حسب ونسب کا پابند نہیں ہے جیسا کہ لاوی کہانتی سلسلہ تھا۔ لاوی کے کہانتی سلسلہ کا کاہن بننے کے لیے کسی کے لیے بھی لاوی (خاص طور پر ہارون کی نسل) ہونا لازمی تھا۔ لیکن یسوع یہوداہ کے قبیلے سے تھا۔ وہ لاوی کے کہانتی سلسلہ کا کاہن بننے کے اہل نہیں تھا، لیکن یقیناً وہ ملکِ صدق کے کہانتی سلسلے میں سردار کاہن بننے کا اہل تھا (عبرانیوں ۵:۶)۔

آج بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یسوع یروشلیم کی ہیکل میں بہ طور سردار کاہن آ رہا ہے جہاں لاوی کاہن روزانہ کی قربانیاں پیش کریں گے اور پرانے عہد کے مطابق خُدا کی خدمت سرانجام دیں گے۔ لیکن شریعت یہوداہ کے قبیلے سے کسی بھی شخص کو ہارون کے کہانتی سلسلے کا کاہن بننے کی اجازت نہیں دیتی۔ لیکن یسوع لاوی کے کہانتی سلسلے سے بالکل الگ ایک اور کہانتی سلسلے کے سردار کاہن کے طور پر آ رہا ہے۔ وہ ایک نئے اجتماعی مقدس کا سردار کاہن ہوگا، جس میں ہم ''زندہ پتھروں'' کی مانند ہوں گے (۱۔ پطرس ۲:۵)۔

یہ مقدس نئے یروشلیم کا مقدس ہے نہ کہ پرانے شہر کا۔ یہ آزادی کا شہر ہے نہ کہ غلامی کا شہر (گلتیوں ۴:۲۵،۲۶)۔ یہ ایک نئے عہد کا شہر ہے، اِس کا پرانے شہر سے کوئی تعلق نہیں جسے نئے عہد کا لیبل دیا گیا۔

یوں مکاشفہ ۲۰:۶ میں بیان کیے گئے ''خُدا اور مسیح کے کاہن'' لاوی کے کاہن نہیں ہیں بلکہ وہ ملکِ صدق کے کاہن ہیں۔ ملکِ صدق کا کاہن ہونے کے لیے کسی مخصوص نسب سے ہونا ضروری نہیں ہے۔ عیدِ خیام کے دَور میں ہونے والے حکمران یہودی کاہن نہیں ہیں (جیسا کہ کچھ لوگ یہ سکھاتے ہیں)، بلکہ یہ حسب نسب سے قطعِ نظر تمام زمانوں کے غالب آنے والے ہیں (عبرانیوں ۷:۳)۔

احبار ۲۱:۱۷ میں تقاضا کیا گیا ہے کہ کاہنوں میں کوئی عیب نہ ہو۔

''پھر خُداوند نے موسیٰ سے کہا کہ ہارون سے کہہ دے کہ تیری نسل میں پشت در پشت اگر کوئی کسی طرح کا عیب رکھتا ہو تو وہ اپنے خُدا کی غذا گذراننے کو نزدیک نہ آئے۔''

پرانے عہد کے تحت اگر کسی لاوی کاہن میں کوئی جسمانی عیب ہوتا تو وہ خُدا کی خدمت نہیں کر سکتا تھا۔ نئے عہد کے تحت اگر ملکِ صدق کے کسی کاہن میں کوئی رُوحانی عیب ہے تو وہ خُدا کی خدمت نہیں کر سکتا تھا۔

نیا تخلیق شدہ انسان مسیح کا اجتماعی بدن ہے جو مُردوں میں سے جی اُٹھنے یا عیدِ خیام کے ذریعے تمام

عیبوں سے پاک کیا گیا ہے۔ یہ نیا انسان ایک اجتماعی کاہن بھی ہے، جیسا کہ ہم مکاشفہ ۲۰: ۶ میں پڑھتے ہیں، ''وہ خُدا اور مسیح کے کاہن ہوں گے اور اُس کے ساتھ ہزار برس تک بادشاہی کریں گے۔''

اِس کہانتی بدن کو لازمی عیبوں سے پاک ہونا چاہیے، اِس بدن کے تمام عضو دُرست ہونے چاہیے تا کہ یہ ملکِ صدق کی کہانت کا اہل ہو سکے۔ مرے ہوئے غالب آنے والے سب سے پہلے موت سے رہائی پائیں گے جب وہ نرسنگے کی آواز پر مُردوں میں سے جی اُٹھیں گے۔ اور زندہ غالب آنے والے دو ہفتے بعد عیدِ خیام کے پہلے دن موت (فناپذیری) سے رہائی پائیں گے۔

جب یہ بدن اکٹھا ہو گا تو یہ دو گروہ آپس میں ایک ہو سکیں گے۔ پھر عید کے وسط میں سر آئے گا تا کہ بدن کے تمام حصوں کو مکمل کر سکے۔ تب نیا تخلیق شدہ انسان ہی ملکِ صدق کے کہانتی سلسلے میں بہ طور خُدا کا کاہن یا آٹھویں دن خُدا کے بیٹے کے طور پر پیش ہونے کا اہل ہو گا۔ یہ وہ نمونہ ہے جو احبار کے آٹھویں باب کے آخر میں اور پورے نویں باب میں نظر آتا ہے۔ پھر خُدا کا جلال ظاہر ہوا۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ''نئی پیدائش پانے والا انسان'' ایک ''غیر قوم'' کلیسیا نہیں ہے، بلکہ اِس میں تمام سچے راست باز شامل ہیں۔ یہودی راست بازوں کو بھی خارج نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی وہ زمین پر ایک الگ گروہ کی صورت میں رہیں گے۔

اُٹھایا جانا

ا۔ تھسلنیکیوں ۴: ۱۷ میں پولس رُسول ''اُٹھائے جانے'' کی بات کرتا ہے۔ اِس کے لیے استعمال ہونے والا یونانی لفظ ہارپازو (harpazo) ہے۔ اصطلاح ''ریپچر'' (Rapture) اِس لفظ کے لیے استعمال ہونے والے لاطینی لفظ ''ریپٹو'' (rapto) سے اَخذ کی گئی۔

> ''کیوں کہ خُداوند خود آسمان سے للکار اور مقرب فرشتہ کی آواز اور خُدا کے نرسنگے کے ساتھ اُتر آئے گا اور پہلے تو وہ جو مسیح میں موئے جی اُٹھیں گے۔ پھر ہم جو زندہ باقی ہوں گے اُن کے ساتھ بادلوں پر اُٹھائے جائیں (یونانی: harpazo؛ لاطینی: rapto) گے تا کہ ہوا میں خُداوند کا استقبال کریں اور اِس طرح ہمیشہ خُداوند کے ساتھ رہیں گے۔''

یہی یونانی اصطلاح ہارپازو (harpazo) اعمال ۸: ۳۹ میں فلپس کے ایک جگہ سے دُوسری جگہ

جانے کے لیے استعمال کی گئی۔ بلاشبہ فلپس نے زمین کو نہیں چھوڑا، لیکن اُس نے وقت اور جگہ کی ماورائیت کا عارضی تجربہ کیا۔ یقیناً یہ ایک رُوحانی تجربہ تھا، جسے فزکس کے ماہرین "hpyer-dimensional travel" کہہ سکتے ہیں۔ یعنی کوئی بھی زمینی جہت کے وقت اور جگہ کو چھوڑ سکتا ہے اور وہ آسمانی اور رُوحانی جہت میں جا سکتا ہے اور پھر کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ واپس آ سکتا ہے۔

بلاشبہ فلپس کا اُٹھایا جانا ایک نبوتی تجربہ تھا جس کی پیشین گوئی عیدِ خیام کے ذریعے کی گئی۔ دراصل جسے لوگ ریپچر (Rapture) کہتے ہیں اُس کی زیادہ دُرُست تعریف اور وضاحت عیدِ خیام کے ذریعے کی گئی ہے۔ اِس کی مکمل تفصیل کے لیے آپ میری کتاب The Rapture in the Light of Tabernacles کا مطالعہ کریں۔

پولس ۲۔کرنتھیوں ۱۲:۴ میں اِس اصطلاح (harpazo) کو استعمال کرتا ہے، جہاں وہ کہتا ہے رُوحانی تجربے میں وہ "فردوس میں پہنچ" گیا۔ یہ لفظ مکاشفہ ۱۲:۵ میں بھی استعمال ہوا ہے جہاں بچہ "خُدا اور اُس کے تخت کے پاس تک پہنچا دیا گیا۔"

فلپس آسمان پر نہیں گیا بلکہ اُسے زمین پر ایک جگہ سے دُوسری جگہ لے کر جایا گیا۔ پولس فردوس میں گیا، لیکن شاید اُس کے بدن نے زمین کو نہ چھوڑا۔ وہ عورت جس نے آفتاب کو اوڑھا ہوا تھا اُس نے ایک بیٹے کو جنم دیا جسے تخت (حکمرانی کا درجہ) کے پاس پہنچا دیا گیا۔

آخر میں پولس کہتا ہے کہ جو زندہ باقی ہوں گے بادلوں پر اُٹھائے جائیں گے تاکہ ہوا میں خُداوند کا استقبال کریں (۱۔تھسلنیکیوں ۴:۱۷)۔ یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ اُس وقت کیا ہوگا، لیکن چوں کہ اِس میں صرف اُن مُردوں کو شامل کیا جائے گا جو زندہ کیے جائیں گے، اِس لیے ضرور یہ عیدِ خیام کے دوران ہونے والا ایک واقعہ ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ زیادہ امکان یہ ہے کہ یہ عیدِ خیام کے آٹھویں دن بیٹوں کو پیش کرنا ہے۔

بالفاظِ دیگر، ۱۔تھسلنیکیوں ۴:۱۶-۱۷ میں عید کے دن کی تکمیل کے تسلسل کے پہلے اور آخری واقعات پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ یہاں پولس مُردوں کے جی اُٹھنے اور بیٹوں کے پیش کیے جانے کا ذکر کرتا ہے۔ کسی بھی طرح سے یہ اِس موضوع کی مکمل تفصیل نہیں ہے۔ پولس یہ نہیں کہتا کہ مُردوں کا جی اُٹھنا اور زندہ مقدسین کا "اُٹھایا جانا" ایک ہی وقت ہوگا۔ وہ ہمیں محض واقعات کی ترتیب کے بارے میں بتا رہا ہے۔ شریعت سے ہم اِس بات کو جانتے ہیں کہ پورا وقت تین ہفتے پر مشتمل ہوگا، جیسے فسح سے پنتکست تک تمام نبوتی واقعات کے

پورے ہونے میں سات ہفتے لگے تھے۔

خروج کی کتاب سے لی گئی تفصیل

ا۔تھسلنیکیوں ۴:۱۷ میں بیان کی گئی پولس کی تفصیل خروج کی کتاب میں موسیٰ کے کوہِ سینا پر چڑھنے کی تصویر بیان کرتی ہے۔موسیٰ آٹھ بار پہاڑ پر چڑھا، آخری بار جب وہ واپس آرہا تھا تو الٰہی حضوری کی وجہ سے اُس کا چہرہ چمک رہا تھا (خروج ۳۴:۳۵)۔اِس کے بعد اِس تجربے کو عیدِ خیام کے آٹھویں دن کے طور پر منایا گیا۔

اُس وقت ''پہاڑ پر کالی گھٹا چھا گئی'' (خروج ۱۹:۱۶)، ''کیوں کہ خُداوند شعلہ میں ہو کر اُس پر اُترا (خروج ۱۹:۱۸)۔لوگوں کو ''تیسرے دن'' (۲۰۰۰ سال بعد) کے لیے تیار ہونا پڑا جب وہ پہاڑ پر خُدا کے سامنے آنے کی توقع کر رہے تھے۔

یقیناً لوگ خود بھی خُدا کے پاس جانے سے خوف زدہ تھے (خروج ۲۰:۱۸-۲۰)، اِس لیے موسیٰ ہی وہ واحد شخص تھا جس نے ہوا اور بادلوں میں خُداوند سے ملنے کے نمونوں کو پورا کیا۔ پہاڑ پر آخری دورہ اِس ''اُٹھائے جانے'' کا سب سے اہم نمونہ ہے۔چوتھی آیت میں لکھا ہے، ''اور موسیٰ نے پہلی لوحوں کی مانند پتھر کی دو لوحیں تراشیں اور صبح سویرے اُٹھ کر پتھر کی دونوں لوحیں ہاتھ میں لیے ہوئے خُداوند کے حکم کے مطابق کوہِ سینا پر چڑھ گیا'' (خروج ۳۴:۴)۔یہ خُداوند سے ملنے کے لیے ہوا میں اُٹھائے جانے اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی پیشین گوئی ہے۔پانچویں آیت میں لکھا ہے۔

> ''تب خُداوند ابر میں ہو کر اُترا اور اُس کے ساتھ وہاں کھڑے ہو کر خُداوند کے نام کا اعلان کیا۔''

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ یہاں موسیٰ کو شریعت دی گئی۔پچھلے دَورے میں اُسے شریعت کی تختیاں دی گئیں، لیکن جب وہ واپس آیا اور اُس نے اسرائیلیوں کو سونے کے بچھڑے کی پرستش کرتے ہوئے پایا تو اُس نے اُن تختیوں کو توڑ دیا (خروج ۳۲:۱۹)۔چناں چہ بعد میں خُدا نے اُنھی احکامات کو دوبارہ لکھا، یہ مسیح کی آمد ثانی میں دُوسری شریعت کے دیئے جانے کی پیشین گوئی ہے۔یہ اُس وقت کے بارے میں پیشین گوئی کرتا ہے جب شریعت ہمارے دلوں پر لکھی جائے گی تاکہ وہ ٹوٹ نہ جائے۔یہ نئے عہد کے وسیلے کیا جائے گا۔

ہوا میں مسیح سے ملنا

اِس بات کو سمجھنا اور جاننا نہایت اہم ہے کہ خُداوند سے ہوا میں ملنے کا کیا مقصد ہے۔ وہ یونانی لفظ جو پولس استعمال کرتا ہے وہ اپانٹیسز (apantesis) ہے، یہ ایک ایسا لفظ ہے جو خاص طور پر اُس استقبالیہ وفد کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتا جو آنے والے معززین کو ملنے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر متی ۲۵:۱ میں کنواریاں ''دُلہا کے استقبال کو نکلیں''۔ یہ کہانی ظاہر کرتی ہے کہ اُنھوں نے دُلہا کا استقبال کیا اُن سے ہرگز یہ توقع نہ کی گئی کہ وہ دُلہا کے ساتھ واپس اُس کے گھر میں جائیں۔ وہ اُن کا استقبال نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ کنواریاں اُس کا استقبال کر رہی تھیں۔

یہ لفظ دوبارہ اعمال ۲۸:۱۵ میں استعمال کیا گیا ہے جب روم سے بھائی پولس سے ملنے آئے جب اُسے روم لے جایا جا رہا تھا۔

> ''وہاں سے بھائی ہماری خبر سن کر اپیُس کے چوک اور تین سرای تک ہمارے استقبال کو آئے اور پولس نے اُنھیں دیکھ کر خُدا کا شکر کیا اور اُس کی خاطر جمع ہوئی۔''

یہاں ایک بار پھر روم میں بھائیوں نے پولس کو معزز مہمان سمجھا اور اُسے ملنے کے لیے آ کر اُس کی عزت افزائی کی۔ یہاں کسی نے بھی پلٹ کر پولس کے ساتھ واپس یروشلیم جانے کا سوچا بھی نہیں ہوگا۔

یوں جب پولس نے ۱۔تھسلنیکیوں ۴:۱۷ میں اصطلاح apantesis کو استعمال کیا تو وہ ہرگز یہ بتانے کی کوشش نہیں کر رہا تھا کہ مقدسین ہوا میں مسیح سے ملیں گے اور پھر واپس اُس کے ساتھ آسمان پر چلے جائیں گے۔ خُداوند زمین پر اُترے گا اور مقدسین ہوا میں اُٹھائے جائیں گے تا کہ اُسے زمین پر عزت و توقیر سے لانے کے لیے اُس کا استقبال کریں۔

وہ زیرِ زمین نہیں بلکہ ''ہوا میں'' اُس کا استقبال کریں گے۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہوا میں اُسے ملنے کے لیے اُنھیں مُردوں میں سے زندہ کیا جائے گا۔ کیوں کہ پولس یہ بھی کہتا ہے کہ وہ ''بادلوں میں'' اُسے ملیں گے، اِس لیے عام طور پر ہم یہ سوچتے ہیں کہ اِسے زمین سے اُونچی جگہ ہونا چاہیے۔ لیکن یہاں استعمال ہونے والا یونانی لفظ ''آر'' (aer) ہے، جس سے ہمارا انگریزی کا لفظ air اخذ کیا گیا ہے۔ یہ لفظ اعمال ۲۲:۲۳ میں استعمال ہوا ہے۔

''جب وہ چلاتے اور اپنے کپڑے پھینکتے اور خاک اُڑاتے (aer) تھے۔''

اِسی طرح پولس کہتا ہے کہ اُس کی زندگی کا مقصد اُس کی مانند نہیں ''جو ہوا کو مارتا ہے'' (۱۔کرنتھیوں ۲۶:۹)۔ اِس اصطلاح کو مردوں کی جگہ یعنی زیر زمین کے برعکس سمجھا جانا چاہیے۔

بادلوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے پولس خروج کی کتاب میں بیان کیے گئے منظر کی اصطلاحات کو استعمال کر رہا تھا، جب خُدا کوہِ سینا پر اُترا اور ایک بادل نے پہاڑ کو گھیر لیا۔خروج ۱۹: ۹ میں لکھا ہے۔

''اور خُداوند نے موسیٰ سے کہا کہ دیکھ میں کالے بادل میں اِس لیے تیرے پاس آتا ہوں کہ جب میں تجھ سے باتیں کروں تو یہ لوگ سنیں اور سدا تیرا یقین کریں۔''

بعد میں ہم خروج ۲۴: ۱۸ میں پڑھتے ہیں۔

''اور موسیٰ گھٹا کے بیچ میں ہو کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور وہ پہاڑ پر چالیس دن اور چالیس رات رہا۔''

اگر چہ یہ سچ ہے کہ موسیٰ بادل میں پہاڑ پر چڑھا، لیکن یہ بھی حقیقت سے پُر ہے کہ اُس نے ہرگز زمین کو نہیں چھوڑا۔ یہاں بادل کے لیے استعمال ہونے والا لفظ ''نیفیل'' (nephele) ہے جس کا ماخذ ''نیفوس'' nephos ہے۔ Vine's Expository Dictionary of New Testament Words اِس کے معنی کچھ اِس طرح سے بیان کرتی ہے:

''یہ آسمان کو ڈھانپنے والے ابر آلودہ بے شکل انبار ہیں۔ یہ استعاراتی طور پر ایک ہجوم اور جم غفیر ہے (عبرانیوں ۱۲: ۱)۔''

یقیناً یہ حقیقی بادل بھی ہو سکتے ہیں، لیکن بائبل اکثر اِسے استعاراتی معنوں میں استعمال کرتی ہے۔ عبرانیوں ۱۲: ۱ میں اِس اصطلاح کو استعمال کیا گیا ہے وہاں لکھا ہوا ہے ''پس جب کہ گواہوں کا ایسا بڑا بادل ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔''

یسوع نے متی ۲۶: ۶۴ میں کائفا اور سینہڈرن (Sanhedrin) کے سامنے اِس بات کی گواہی دی کہ وہ ابن آدم کو ''آسمان کے بادلوں پر آتے'' دیکھیں گے۔ اُسی وقت وہ ''قادرِ مطلق کی دہنی طرف بیٹھے'' بھی نظر آتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گواہوں کا وہ عظیم بادل اُس وقت بھی آسمانی مقاموں پر اُس کے ساتھ بیٹھا ہے (افسیوں ۲: ۶)، اور اختیار کے اُس درجے سے وہ آسمان کے ''بادلوں'' پر آتا ہے۔ کیا یہ حقیقی ہے یا

استعارتی ؟ میں نہیں جانتا کہ اِس کا کیا مطلب ہے، لیکن مجھے لگتا ہے کہ یہ استعارتی ہے جو خُدا کے بیٹوں کے ظہور کی بات کرتا ہے۔ مسیح اُن پر آتا ہے یعنی بادلوں پر، کیوں کہ وہ سر ہے جو بدن کے ساتھ پیوست ہے۔

تاہم ہماری تشریحات سے قطعِ نظر مقدسین کے لیے الٰہی منصوبہ یہ نہیں کہ وہ اُس کے ساتھ رہنے کے لیے آسمان پر جائیں گے، بلکہ اِس کے برعکس مسیح انسانوں کے ساتھ سکونت کرنے کے لیے زمین پر آ رہا ہے۔ مکاشفہ ۲۱:۳ میں لکھا ہے، ''دیکھ خُدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے اور وہ اُن کے ساتھ سکونت کرے گا۔''

مسیح کی آمدِ ثانی خزاں کی عیدوں کے ساتھ منسلک ہے۔ مُردوں کا جی اُٹھنا پہلے یعنی نرسنگوں کی عید پر ہو گا۔ پھر وہ غالب آنے والے جو زندہ ہوں گے وہ عیدِ خیام کے پہلے دن غیر فانی ہو جائیں گے۔ اُن کا سر عیدِ خیام کے وسط میں آئے گا اور بدن کے ساتھ پیوست ہو جائے گا، تا کہ نئے تخلیق شدہ انسان کو آٹھویں دن باپ کے سامنے پیش کیا جائے جیسے شریعت میں حکم دیا گیا تھا۔

پھر اُسی دن (زمینی وقت پر) وہ خُدا کے بیٹوں کے طور پر زمین کے باقی لوگوں پر ظاہر ہوں گے، اور خُدا کی بادشاہی تیزی سے پھیلنے لگے گی جیسے ہی لوگ مسیح کو اُن میں دیکھیں گے اور وہ بھی اُس تجربے میں شامل ہونے کی خواہش کریں گے۔ جلد ہی تمام قومیں اُس کی راہوں کو سیکھنے کے لیے آئیں گی (یسعیاہ ۲:۲-۴) اور ایک عظیم بشارتی دَور کا آغاز ہو گا۔

محاصل

نظریہ ادواریت کے ماننے والوں نے انیسویں صدی میں ''اُٹھائے جانے'' کے اِس تصور کو یہودی عیدوں کو سمجھے اور اِس بات کو جانے بغیر پروان چڑھایا کہ کیسے یہ عیدیں مسیح کی دونوں آمدوں کی پیشین گوئی کرتی ہیں۔ اُنھوں نے اِسے دانی ایل کے سترویں ہفتے کے وقت کی حدود میں موزوں کرنے کی کوشش کی، جس کے بارے میں اُن کا خیال تھا کہ اِس کی تکمیل مستقبل میں ہو گی۔

اُنھوں نے اِس سترویں ہفتے کو بڑی مصیبت سے منسوب کیا جس میں ایک مخالف مسیح یا تو مصیبت کے آغاز یا وسط میں برپا ہو گا۔ اُنھوں نے فرض کیا کہ یہودی اسرائیل ہیں اور خُدا اُنھیں فلسطین میں اکٹھا کرے گا، جہاں مخالفِ مسیح پرانے یروشلیم میں ایک ہیکل قائم کرے گا۔ اُنھوں نے یہ بھی فرض کیا کہ ''غیر اقوام'' کسی وقت زمین پر سے اُٹھا لی جائیں گی اور یہودیوں کو مخالفِ مسیح کے ماتحت مصیبت جھیلنے کے لیے چھوڑ دیا

جائے گا۔لیکن پھر آخری لمحے یسوع آئے گا اور ایک لاکھ چوالیس ہزار یہودیوں کے علاوہ سب کوقتل کر دیا جائے گا اور جب وہ یسوع کو آتے دیکھیں گے تو اُسے پہچان جائیں گے اور اُس پر ایمان لے آئیں گے۔

پھر اُن کے آخری لمحے کے ایمان کے اقرار کے اجر کے طور پر اُنھیں ''غیر اقوام'' پر حکمرانی عطا کی جائے گی۔غالب آنے اور حکمرانی کی اہلیت کے طور پر اُن کو یسوع مسیح کے کردار کو سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صرف یہودی ہونا ہی اُن کے لیے اہلیت ہے۔آج کے دور میں یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ہیکل میں جدائی کی دیوار کو دوبارہ تعمیر کیا جا رہا ہے، اور غیر یہودی خُدا کی بادشاہی میں دُوسرے درجے کے شہری ہوں گے۔یہ ایسے ہی ہے کہ یسوع نے اُس دیوار کو صرف تھوڑے عرصے کے لیے ختم کیا، لیکن آنے والے یہودی دور میں اِسے دوبارہ تعمیر کیا جائے گا۔

یہی نہیں بلکہ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ جانوروں کی قربانیوں کو دوبارہ شروع کیا جائے گا اور دانی ایل کے انہترویں اور سترویں ہفتے کے درمیانی وقفے میں مسیح کے خون کو غیر یہودیوں کے لیے ایک عارضی حل بنایا جائے گا۔

اُن کے خیال میں پرانا یروشلیم جسے پولس ''ہاجرہ'' کہتا ہے وہ خُدا کے وعدے کو پورا کرے گا۔اُن کا ایمان ہے کہ جس انجیر کے درخت پر یسوع نے لعنت کی وہ دوبارہ پھل لائے گا، حالاں کہ یسوع نے کہا کہ خُدا کی بادشاہی اُن سے لے لی جائے گی اور ایک ایسی قوم کو دے دی جائے گی جو اُس کے پھل لائے گی۔

اِن سب باتوں کی بنیاد اِس تصور پر رکھی گئی کہ دانی ایل کے سترویں ہفتے کو انہترویں ہفتے سے الگ کر کے مستقبل میں رکھا جائے۔ اِس مفروضے کا قطعی طور پر کوئی ثبوت موجود نہیں ہے، اور یہ یسوع کی پیدائش، خدمت اور اُس کی مصلوبیت کے بارے میں محض تاریخی علم سے عدم شناسائی ہے۔

تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ دانی ایل کے ستر ہفتوں کا آغاز ۴۵۸ ق م میں ہوا اور اُن کا اختتام ۳۴ عیسوی میں ہوا۔تاریخ اِس بات کو ثابت کرتی ہے کہ یسوع کی پیدائش ستمبر ۲ ق م کو ہوئی تھی، اور وہ ستمبر ۲۹ عیسوی میں تیس سال کا تھا جب کلامِ مقدس کے مطابق اُس نے اپنی خدمت کا آغاز کیا۔

اُس کی خدمت نے دانی ایل کے سترویں ہفتے کے آخری نصف حصے کا احاطہ کیا، وہ ہفتہ مستقبل کے لیے موخر نہیں کیا گیا تھا۔ یسوع نے سالوں کے اُس ہفتے میں خدمت کی۔ یہ ہفتہ عبرانی سال کے پہلے مہینے کے من وعن ستر ہفتوں (۴۹۰ سال) کے بعد ختم ہوا جب ارتخششتا بادشاہ نے عزرا کو حکم دیا تھا کہ وہ یروشلیم جائے

اور وہاں قربانی کرے (عزرا ۷:۹)۔ پھر یسوع نے اِسی مہینے ۴۹۰ سالوں بعد یروشلیم میں اپنے آپ کو مصلوب ہونے کے لیے پیش کر دیا۔

یہ ۴۹۰ برس بعد ہونا تھا، کیوں کہ یسوع کی تمثیل کے مطابق خُدا قوم کو "سات کے ستر بار" معاف کرنے کا پابند تھا (متی ۲۲:۱۸)۔ خُدا نے سال میں ایک بار قوم کو یومِ کفارہ پر معاف کیا، اور معاف کرنے کی اُس کی ذمہ داری ۳۳ عیسوی تک ختم نہ ہوئی۔

ایک بار جب یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ دانی ایل کے ستر ہفتے ۳۳ عیسوی میں یسوع مسیح جو خُدا کا برّہ ہے اُس کی قربانی کے ساتھ ختم ہو گئے، تو ادواریت کا پورا نظریہ اور اُس کی جڑواں بہن یہودی مائل مسیحیت دھوئیں کی طرح غائب ہو جاتے ہیں۔ لاوی کاہنوں کے ذریعے قربانیاں اور یروشلیم میں مادی ہیکل کے تمام غیر بائبلی نظریات اپنے وزن سے ہی گر جاتے ہیں۔ عبرانیوں کی کتاب کی روشنی میں پرانے عہد کے اِن تصورات میں سے کوئی بھی قائم نہیں رہ سکتا۔

جب کوئی شخص کئی سالوں تک علمِ آخرت کے اِن جھوٹے مفروضات کے مطالعہ میں محو رہا ہو، تو یہ نہایت مشکل ہوگا کہ دوبارہ اُن کے ذہنوں کو کلامِ مقدس کی سچائیوں سے تر بتر کیا جائے۔ ہم دُوسرے مذاہب کے لوگوں سے یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ اپنے ذہنوں میں تبدیلی لائیں، لیکن ہم اپنے آپ میں یہ تبدیلی نہیں لانا چاہیے۔

دانی کے ستر ہفتوں کو سمجھنے کے لیے یہودی عیدوں کا مطالعہ اور اُن ہفتوں کی بنیادی تاریخ کو سمجھنا از حد ضروری ہے۔ یہ دونوں علمِ آخرت کی بنیادوں کو دوبارہ قائم کرنے کے لیے نہایت مددگار ثابت ہوں گے اور عبرانیوں کی کتاب کو بے توقیری سے نکال کر دوبارہ اُس کے نمایاں مقام پر لا کھڑا کریں گے۔

اِس موضوع پر مزید تفہیم حاصل کرنے کے لیے میں آپ کو مشورہ دُوں گا کہ آپ کتاب Hebrews: Immigrating from the Old Covenant to the New کا مطالعہ کریں۔

مصنف کے بارے میں



ڈاکٹراسٹیفن ای۔ جانز۲۹ جنوری ۱۹۵۰ءکوامریکہ کی ریاست انڈیانا کے ایک شہر ماریون میں پیداہوئے۔ آپ کے والدتھامس نے سیمنری کی تربیت مکمل کرنے کے بعدجنوبی مینیسوٹامیں تین چرچز میں پاسبانی خدمات سرانجام دیں۔تین سال کے بعد،آپ کاخاندان فلپائن میں خدمت کے لیے بہ طورمشنری چلا گیا۔۱۹۶۳ء میں وہ واپس مینیسوٹا آ گئے۔

اسٹیفن نے مینیسوٹا میں ہائی سکول کی تعلیم حاصل کی اور پھر سینٹ پال بائبل کالج میں دوسال کی تربیت کے لیے چلے گئے،وہاں آپ کی ملاقات اپنی بیوی ڈارلا (Darla) سے ہوئی ۔ اِس کے بعد آپ مزید دوسالہ تربیت کے لیے یونی ورسٹی آف مینیسوٹا میں گئے وہاں آپ نے فلسفہ اورلاطینی اور یونانی ادب کا مطالعہ کیا۔ بعدازاں آپ نے اپنی ماسٹراورڈاکٹریٹ کی ڈگریاں علمِ الٰہیات میں مینیسوٹا سکول آف تھیالوجی سے حاصل کیں۔

اسٹیفن اورڈارلا کی شادی ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔اُن کی تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔آپ کے سات پوتے اور پوتیاں اورایک پرپوتی ہے۔

آپ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۹ءتک بہ طوراسسٹنٹ پاسٹراپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔پھر خُدانے آپ کو بارہ سال کے لیے خدمت میں سے کلامِ خُداکے عمیق مطالعہ کے لیے بلا لیا۔اس وقت کے دوران آپ نے رُوحانی جنگ اور شفاعت میں گہرا تجربہ حاصل کیا۔۱۹۹۳ءتک آپ اِس مطالعہ میں محور ہے۔

آپ نے اپنی پہلی تین کتابیں ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۹ء کے دوران لکھیں،لیکن آپ کی زیادہ ترکتابیں ۱۹۹۳ء کے بعد لکھی گئیں۔آپ نے ۲۰۰۸ءمیں ایک بائبل سکول کا نصاب مرتب کرنے کے لیے بائبل مقدس کی مختلف کتابوں کی تفاسیر کا آغاز کیا۔ یہ منصوبہ ۲۰۲۱ءمیں مکمل ہوگیاجب آپ نے یسعیاہ کی کتاب پرایک تفسیرلکھ لی۔اب آپ ایک

بائبل سکول کو قائم کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں جس میں مبشرین، اساتذہ اور پاسٹرز کی تربیت کی جائے۔ آپ سو سے زائد کتابیں لکھ چکے ہیں جو کلامِ مقدس کے اُس مکاشفہ کے مطابق تعلیم دیتی ہیں جو خُدا نے آپ پر ظاہر کیا۔ آپ کی کچھ کتابیں پندرہ سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ آپ بہت سے ممالک میں خُدا کے کلام کی تعلیم دے چکے ہیں جن میں کینیڈا، ہیٹی، ٹرینیڈیڈ، فلپائن، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ شامل ہیں۔

مترجم کے بارے میں



آپ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۴ء کو گوجرانوالہ کے ایک گاؤں آٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول آٹاوہ سے حاصل کی۔ میٹرک کرنے کے بعد آپ نے پاکستان آرمی کے شعبہ الیکٹریکل مکینیکل انجینئرنگ (EME) میں بہ طور وہیکل مکینک شمولیت اختیار کی۔ پاکستان آرمی میں رہتے ہوئے آپ نے اپنی پیشہ ورانہ خدمات کے ساتھ ساتھ اپنے تعلیمی سفر کو بھی جاری رکھا۔ وہاں رہتے ہوئے آپ نے ایف۔اے، بی۔اے، ایم۔اے (اُردو، تاریخ)، بی۔ایڈ، اور ایم۔ایڈ کی ڈگریاں مکمل کیں۔ ۲۰۲۲ء میں آپ نے یونیورسٹی آف سیالکوٹ سے ایم۔فل (اُردو) کی ڈگری مکمل کی۔ مارچ ۲۰۲۳ء میں آپ نے اسلام آباد سے اپنی پی ایچ ڈی (اردو) کی ڈگری کا بھی آغاز کر دیا۔

۲۰۰۶ء میں آپ نے اپنے مسیحی تعلیم کے سفر آغاز کیا۔ آپ نے پاکستان بائبل کارسپانڈنس سکول سے انگریزی اور اُردو بائبل کورسز مکمل کیے، گوجرانوالہ تھیولاجیکل سیمنری (پریسبٹیرین سکول آف ڈسٹنٹ لرننگ) سے ڈپلومہ آف تھیالوجی، فیتھ تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ سے بی۔ٹی۔ایچ، ایم۔ڈیو، اور ڈاکٹر آف منسٹری کی ڈگریاں مکمل کیں۔

مئی ۲۰۲۰ء میں آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے امریکہ کے ایک بائبل کالج نے آپ کو ڈاکٹر آف ڈونٹی کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ آپ ونگ سولز سکول آف تھیالوجی کے پرنسپل کی خدمات بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ فیتھ تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ میں بہ طور سینئر ایڈوائزر اور تحقیق اور بائبلی اعداد کی تدریس کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

جون ۲۰۰۵ء میں آپ نے اپنی زندگی خُداوند کو دے دی۔ ۲۰۰۹ء میں آپ کی مخصوصیت پاسٹر کنگ سلے (انگلینڈ) نے کی۔ اور آپ نے اپنے خدمتی سفر کا آغاز کیا۔

۱۶ اکتوبر ۲۰۰۹ء میں آپ کی شادی اپنی خالہ زاد سے ڈسکہ میں ہوئی۔ خُدا نے آپ کو دو بیٹیوں (جینفر فیاض اور جیسیکا فیاض) اور ایک بیٹے ابرہام یشوع سے نوازا ہے۔

۲۰۱۲ء میں آپ نے ونگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز کا آغاز کیا۔ ۲۰۱۵ء میں آپ نے اپنی ملازمت کو خیر باد کہہ کے کل وقتی خدمت کا فیصلہ کیا۔ اب آپ بائبل اور مسیحی لٹریچر کی مفت تقسیم، بائبل سکول، سنڈے سکول، فری میڈیکل کیمپ، مسیحی بچیوں کے لیے سلائی کی تربیت اور یتیم بچوں کے لیے مفت تعلیم جیسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ دی گڈ شیپرڈ سکول کے پرنسپل بھی ہیں۔ جہاں مسیحی بچوں کے لیے تعلیم و تربیت کا عمدہ بندوبست کیا جاتا ہے۔ یہاں مسیحی بچوں کو دُنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ٹھوس بائبلی تعلیم سے بھی لیس کیا جاتا ہے۔ آپ کی زندگی کا مقصد مسیحی بچوں کو رُوحانی اور معاشرتی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا اور بالغ بنانا ہے۔

ونگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)

مریم صدیقہ ٹاؤن، چن دا قلعہ، گوجرانوالہ 0300-7499529, 0346-2448983